

عورت کی میراث

اور مساوات مرد و زن کا مسئلہ

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان



ایفا پبلیکیشنز

۷

عورت کی میراث

اور مساوات مرد و زن کا مسئلہ

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان

(مشیر شرعی برائے اسلامی امور مملکت بحرین)

www.marfat.com

www.marfat.com

ایفا پبلر کیشنز - نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	عورت کی میراث
مؤلف	:	اور مساوات مرد و زن کا مسئلہ
مترجم	:	ڈاکٹر صلاح الدین سلطان
کمپوزنگ	:	مولانا نور الحق رحمانی
صفحات	:	محمد سیف اللہ
سن طباعت	:	۶۴
قیمت	:	۲۰۱۴ء
	:	۲۰ روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱- ایف، پیمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

ای میل: ifapublication@gmail.com

فون: 011-26981327



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست

- ۷ پیش لفظ خالد سیف اللہ رحمانی
- ۱۱ تقریظ ڈاکٹر محمد عمارہ
- ۱۷ مقدمہ ڈاکٹر صلاح الدین سلطان
- ۲۷ اسلامی شریعت میں عورت کا حق میراث
- ۲۸ تمہید
- ۳۰ پہلی بحث: وہ حالات جن میں عورت مرد سے آدھا حصہ پاتی ہے
- ۳۰ اول: بیٹی کا بیٹا کاے ساتھ پایا جانا
- ۳۱ دوم: جبکہ باپ، ماں کے ساتھ ہو اور کوئی اولاد اور شوہر یا بیوی نہ ہو
- ۳۲ سوم: حقیقی بہن یا علاتی بہن، حقیقی بھائی یا علاتی بھائی کے ساتھ پائی جائے
- ۳۳ چہارم: دو عورتوں کے حصے کے برابر ایک مرد کے حصہ پانے کی حالتیں
- ۳۴ دوسری بحث: وہ حالات جن میں عورت مرد کے برابر حصہ پاتی ہے

- ۳۴ اول: وہ صورت جس میں ماں، باپ کے ساتھ وارث ہو اور میت کا ایک لڑکا یا دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں
- ۳۶ دوم: اخیانی بھائیوں کا حصہ میراث میں ہمیشہ اخیانی بہنوں کے برابر ہوگا
- ۳۷ سوم: مشترک مسئلہ
- ۳۹ چہارم: مرد و عورت اگر تنہا ہوں تو ترکہ میں ان کو برابر حصہ ملنا
- ۴۲ پنجم: دوسرے حالات
- ۴۲ الف: حقیقی بہن کا حقیقی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پانا
- ۴۲ ب: اخیانی بہن کا حقیقی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پانا
- ۴۳ ج: متعدد عورتوں کا مردوں کے ساتھ ترکہ پانے میں مساوی ہونا اور ان لوگوں کے ساتھ جو مجبور نہیں ہوتے
- ۴۴ د: ذوی الارحام کی میراث کے مسئلہ میں تین مذاہب ہیں
- ۴۶ تیسری بحث: وہ حالات جن میں عورت مرد سے زیادہ حصہ پاتی ہے
- ۴۸ قرآن و حدیث میں بیان کئے جانے والے حصے اور ان کے مستحقین
- ۴۸ ۱- دو تہائی

- ۲۸ ۲- نصف
- ۲۸ ۳- ایک تہائی
- ۲۸ ۴- چھٹا حصہ
- ۲۹ ۵- چوتھائی
- ۲۹ ۶- آٹھواں حصہ
- ۵۰ اول: دو تہائی حصہ عورت کے لئے کبھی مرد کے عصبہ ہونے سے زیادہ مفید ہے
- ۵۲ دوم: عورت کے لئے نصف حصہ کبھی کبھی مرد کے عصبہ ہونے سے زیادہ مفید ہے
- ۵۴ سوم: تہائی حصہ جو عورت پاتی ہے وہ کبھی مرد کے اس حصہ سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے
- ۵۶ چہارم: چھٹا حصہ جو از روئے فرض عورت کو ملتا ہے، وہ کبھی کبھی مرد کے اس حصہ سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے
- ۶۰ چوتھی بحث: وہ حالات جن میں عورت وارث بنتی ہے اور اس کے مقابل مرد وارث نہیں بنتا

پیش لفظ

کائنات میں انسانوں کی جو بستی بسائی گئی ہے، اس کی ابتداء پہلے انسان اور پہلے پیغمبر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ہی سے ان کا جوڑا اور انسانیت حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا فرمایا، خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا، (النساء: ۱) اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت بھی معنوی اعتبار سے مرد ہی کے وجود کا ایک حصہ ہے، مرد و عورت دو فریق نہیں ہیں، بلکہ وہ ایک دوسرے کی تکمیل ہیں، یہ ایک اہم نکتہ ہے جس کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے، مغرب میں مساوات مرد و زن اور عورتوں کی حریت کی جو تحریک اٹھی، اس میں مردوں اور عورتوں کو دو فریق کی حیثیت سے پیش کیا گیا، اور انسانی نفسیات یہ ہے کہ انسان فریق مقابل کے بارے میں تنگ دل ہوا کرتا ہے، اس کے برخلاف اسلام نے یہ تصور پیش کیا کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے وجود کا حصہ اور اس کی تکمیل ہیں، اور انسان اپنے جزء اور حصہ کے بارے میں فراخ دل ہوتا ہے، اور ایثار کا مظاہرہ کرتا ہے۔

پھر انسان کے حقوق و فرائض کے سلسلہ میں اسلام نے مساوات کے بجائے عدل کا طریقہ اختیار کیا ہے، مساوات یہ ہے کہ تمام لوگوں کے حقوق و فرائض یکساں ہوں، اور عدل یہ ہے کہ حقوق کی منصفانہ تقسیم ہو، اور ہر آدمی کی صلاحیت اور لیاقت کے لحاظ سے اس کے فرائض متعین کئے جائیں، مردوں اور عورتوں میں پدری اور

مادری فرائض کے لحاظ سے صلاحیتوں کا فطری فرق پایا جاتا ہے، اور یہ فرق کسی صنف کا نقص نہیں، بلکہ اس کا کمال ہے، اسی لحاظ سے ان کی ذمہ داریاں اور ان کی سماجی سرگرمیوں میں بھی فرق کیا گیا ہے، یہ ایسا فرق ہے جسے مٹانے کی کوشش کرنا قانون فطرت کے خلاف بغاوت کے مترادف ہے، اور فطرت سے بغاوت ہمیشہ انسان کے لئے مشکلات اور الجھنوں کا دروازہ کھولتی ہے۔ میراث کا قانون بھی اسی اصول پر مبنی ہے، خاندان کے مختلف افراد سے کفالت کی جو ذمہ داریاں متعلق ہوگئی ہیں، اسی نسبت سے ان کے حقوق بھی رکھے گئے ہیں، اور خاص طور پر جن لوگوں سے آئندہ مالی ذمہ داریاں متعلق ہونے والی ہیں، ان کے حقوق بھی زیادہ مقرر کئے گئے ہیں، اسی لئے باپ کے مقابلہ بیٹے اور ماں کے مقابلہ بیٹی کا حق زیادہ رکھا گیا ہے، باپ کی زندگی کی سرگرمیوں سے سبکدوش ہو رہا ہے، اور ابھی روز بروز اس کی ذمہ داریاں بڑھتی ہی جائیں گی، خواتین کی میراث کے سلسلہ میں بھی یہی اصول پیش نظر کہ شریعت اسلامی نے مردوں کی ذمہ داریاں زیادہ رکھی ہیں، اسے ماں باپ کی پرورش کرنی ہے، بال بچوں کی کفالت کا بار اس پر ہے بہت سے حالات میں بھائی، بہنوں اور دوسرے اعزہ کی کفالت بھی اس سے متعلق ہو جاتی ہے، عورت کے لئے یہ سہولت ہے کہ اس پر خود اس کی اپنی کفالت کا بھی بوجھ نہیں ہے، بیٹی ہے تو باپ پر، بیوی ہے تو شوہر پر اور ماں ہے تو اولاد پر اس کی پرورش اور ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اسی مناسبت سے میراث کی ان صورتوں میں جو عام طور پر پیش آیا کرتی ہیں، جیسے مورث کی ماں، بیوی، بیٹی ہونے کی حالت، ان میں عورت کا حق میراث مردوں کا نصف رکھا گیا ہے، یہ تقسیم مساویانہ تو نہیں ہے، لیکن منصفانہ اور عادلانہ ہے، یہ جنس کے بنا پر حق داروں میں تفریق نہیں ہے، بلکہ ذمہ داریوں کے اعتبار سے حقوق کی تعیین ہے۔

لیکن بعض ایسی صورتیں بھی ہیں، جن میں عورت کا حق میراث مرد سے زیادہ یا مرد کے برابر ہوتا ہے، یا جن حالتوں میں عورت وارث ہوتی ہے اور مرد وارث نہیں ہوتا، عام طور پر یہ پہلو اہل علم کی نگاہ سے اوجھل رہ جاتا ہے، اور اس جانب توجہ نہیں دی جاتی۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلطان استاذ جامعہ اسلامیہ (امریکہ) ممتاز اور نوجوان عرب فضلاء میں ہیں، جو اصل میں مصری نژاد ہیں، اور فقہ اسلامی سے خصوصی مناسبت رکھتے ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور المجموع العالمی للفکر الاسلامی نے باہمی اشتراک سے مقاصد شریعت پر ایک تربیتی اجتماع منعقد کیا تھا، اس میں موصوف محاضر کی حیثیت سے تشریف لائے اور بڑے ہی فاضلانہ محاضرات دئے، عربی زبان میں انکی کئی کتابیں ہیں، جن میں ایک اہم اور مختصر رسالہ ”میراث المرأة وقضية المساواة“ ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اس رسالہ کو اردو زبان کا پیکر دیا ہے، اور محبت گرامی جناب مولانا محمد نور الحق رحمانی زید مجدہ (استاذ المعهد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ) نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے، خواتین کے میراث کے اسی دوسرے پہلو پر نہایت ہی مفید اور چشم کشا کتاب ہے اور ایک ایسے رخ سے پردہ اٹھاتی ہے جو مغرب کے اعتراضات کا مثبت اور معروضی جواب ہے، امید ہے کہ یہ کتاب اردو خواں حلقہ کے لئے ایک قیمتی سوغات ثابت ہوگی، اور بہت سے دلوں سے شکوک و شبہات کے کانٹے نکالنے میں موثر ہوگی۔ وباللہ التوفیق وهو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

تقریظ

جب میں نے اپنی کتاب ”هل الاسلام هو الحل.. لماذا.. وكيف؟“ (کیا اسلام ہی حل ہے.. کیوں... اور کیسے؟) تصنیف کی تو اس میں ”التحریر الاسلامی للمرأة“ (عورت کی اسلامی آزادی) کے عنوان سے ایک فصل قلم کی جس میں میں نے ان مشکلات کا ذکر کیا جن سے عورت عالم اسلام میں دوچار ہے اور ان حدود و قیود سے آزادی دلانے کی ضرورتوں پر بھی زور دیا جن کا انھیں مردوں سے زیادہ پابند بنادیا گیا ہے.. پھر میں نے اس اسلامی فکر و فلسفہ کو بھی نمایاں کیا جس کا اس آزادی عطا کرنے میں امتیازی کردار اور اہم رول رہا ہے اور اس مثالی نمونہ کا بھی ذکر کیا جسے اسلام نے (اپنے ابتدائی عہد ہی میں) مرد و زن کے باہمی تعلق کے بارے میں پیش کیا ہے اور وہ یہ کہ ان دونوں کے درمیان مساوات کی نوعیت کسی شی کے دو کابل اور باہم مساوی اجزاء کی ہے، وہ آپس میں دو مد مقابل اور فریق مخالف کی طرح نہیں ہیں۔ اور یہ کہ انسانی تمدن کی تعمیر میں ان میں سے ہر ایک کا کیا کردار ہے؟ اس فصل کے صفحات میں میں نے بہت سے ان شکوک و شبہات کے بارے میں بھی بحث کی ہے جو اس سلسلہ میں پیش کئے جاتے ہیں، خواہ اسلام کے خلاف وہ شکوک و شبہات ہوں جنہیں اہل مغرب اور سیکولرزم کے علمبردار پیش کرتے ہیں جو عورت کی آزادی کے سلسلے میں مغربی طرز فکر کے حامی ہیں، یا وہ اعتراضات ہوں

جنہیں (اسلام کے نام پر) اہل جمود و اہل تقلید کا وہ طبقہ پیش کرتا ہے جو طرح طرح کے رسوم و رواج اور بدعات و خرافات کا عادی ہے اور جن پر انہوں نے غلط طریقے پر دینی تقدس کا لبادہ ڈال رکھا ہے۔

اس فصل میں میں نے جن مسائل سے بحث کی ہے اور معترضین کے جن شبہات کا جواب دیا ہے ان میں سے ایک، میراث میں مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق و امتیاز کا مسئلہ ہے۔ معترضین کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام کا مرد و زن کے درمیان حق میراث میں فرق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے عورت کے درجہ کو گھٹایا ہے اور اس کی عزت و شرافت پر بٹہ لگایا ہے اور وہ دونوں کے درمیان مساوات کا قائل نہیں، میں نے معترضین کے رد میں یہ ثابت کیا ہے کہ میراث میں فرق و امتیاز کی بنیاد مرد و عورت ہونے پر نہیں ہے بلکہ اس فرق کی بنیاد تین معیاروں اور اصولوں پر ہے:

اول: وارث (خواہ مرد ہو یا عورت) اور میت مورث کے درمیان درجہ قرابت ہے، لہذا یہ قرابت جتنی قریبی ہوگی اسی لحاظ سے میراث میں وارث کا حصہ زیادہ ہوگا۔

دوم: نسلوں کے زمانی تسلسل کے تناظر میں وارث ہونے والوں کی نوعیت اور حیثیت ہے۔ لہذا وہ نئی نسلیں جو زندگی کا استقبال کر رہی ہیں عام طور پر میراث میں ان کا حصہ ان پرانی نسلوں سے زیادہ ہوگا جو زندگی کو الوداع کہنے والی ہیں۔ اس میں وارثین کے مرد یا عورت ہونے کو معیار نہیں بنایا گیا ہے۔ مثلاً بیٹی ماں سے زیادہ حصہ پاتی ہے حالاں کہ وہ دونوں ہی عورتیں ہیں، بلکہ بیٹی باپ سے بھی زیادہ حصہ پاتی ہے اور بیٹا باپ سے زیادہ حصہ پاتا ہے جبکہ وہ دونوں مرد ہیں۔

سوم: وہ مالی ذمہ داری ہے جسے شریعت دوسروں کی کفالت سے متعلق وارث پر لازم کرتی ہے، یہی وہ معیار ہے جو مرد و زن کے درمیان تفاوت کا سبب بنتا ہے:

﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۱)

(اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے (میراث پانے) کے باب میں (وہ یہ کہ) لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے)۔ اس لئے کہ یہاں پر (درجہ قرابت و نسل کی برابری کی حالت میں) مرد و وارث اپنی مونث بیوی کی کفالت کا مکلف ہے۔ جبکہ وارث ہونے والی عورت کی کفالت اس مرد پر فرض ہے جو اس کا رفیق حیات ہے، اور اگر فرق کی ان صورتوں کا موازنہ میراث کی عام حالتوں سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ صورتیں بہت کم ہوتی ہیں۔

اس اسلامی منطق کی رو سے اسلام نے میراث میں مرد و عورت کے درمیان فرق کیا ہے، اس میں مرد پر ظلم نہیں ہے، بلکہ ایسا اس لئے ہے کہ عورت کو وہ مالی ضمانت حاصل ہو جائے جو ہنگامی حالات اور حادثات وغیرہ میں اس کی حفاظت کر سکے۔

☆☆☆

جس وقت ”پبلکنگ“ میں (۲۰ تا ۲۵ ستمبر ۱۹۹۵ء) منعقد ہونے والی ”خواتین کانفرنس“ کی تیاری چل رہی تھی، عورتوں کے میدان میں کام کرنے والی کچھ تعلیم یافتہ خواتین کی ایک جماعت نے مجھ سے ملاقات کی، جو ان دنوں کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے اپنی فائل درست اور اپنے افکار و خیالات کو یکجا اور مرتب کر رہی تھیں۔ اسی اثنا میں یہ بحث چھڑی کہ اس مسئلہ سے متعلق اسلامی نقطہ نظر اور شرعی موقف کیا ہے جسے عورتوں کی مشکلات اور ان کی آزادی کے مسائل سے متعلق

ہونے والی اس عالمی کانفرنس میں پیش کرنا ضروری ہے۔

جب میں نے ان کے سامنے اس مسئلہ سے متعلق وہ نقطہ نظر پیش کیا جس کی میں نے اپنی کتاب ”هل الاسلام هو الحل؟“ (کیا اسلام ہی حل ہے؟) میں وضاحت کی ہے تو ان سب کے چہرے پر حیرت و استعجاب کے آثار ظاہر ہوتے نظر آئے۔ اس لئے کہ یہ پہلا موقع تھا جس میں انہوں نے اس اسلامی نقطہ نظر کو سنا تھا جو عورتوں سے متعلق پھیلائے جانے والے ان شبہات اور پروپیگنڈوں کے تیس معذرت یا دفاعی موقف اختیار نہیں کرتا، یا اس مقولے کی تردید نہیں کرتا کہ: ”اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف کیا ہے اس لئے کہ اس نے میراث میں مرد کے مقابلے میں اس کا نصف حصہ مقرر کیا جبکہ اسلام سے قبل اسے میراث میں سرے سے کوئی حصہ ہی نہیں ملتا تھا۔“

اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ یہ مسئلہ (اور اس جیسے دوسرے مشکل مسائل) مزید غور و فکر کے طالب ہیں، مگر تقلیدی و روایتی انداز میں نہیں بلکہ غیر تقلیدی اور اختراعی عقل کے ساتھ، اور ایسے اسلوب میں جو فکری میدان میں محض مشہور و متعارف فکر و فلسفہ کے اعادہ پر اکتفا نہ کرتا ہو۔ پھر اس جدید اسلامی نقطہ نظر کی ترویج و اشاعت ان تمام لوگوں کے بیچ ہو جو عورت کے مسائل، اس کے حالات، اس کی حریت اور اسے آزادی عطا کرنے کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا سیکولرزم کے علم بردار۔ تاکہ سب لوگ اسلامی حقیقت کی طرف رجوع کر سکیں، اور جھگڑنے والے فریق اس مشترک بات سے قریب ہوں جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔

☆☆☆

”پیکنگ“ میں خواتین کانفرنس کے اختتام پذیر ہونے کے بعد اس کی

کارروائیوں سے متعلق ہونے والی اس میٹنگ میں میری شرکت ہوئی جو قاہرہ یونیورسٹی کے تعلیمی بورڈ کے ارکان کی مجلس میں منعقد ہوئی تھی۔ اس مجلس میں میں نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے جو فکر پیش کیا تھا اس میں اس اجتہاد کی طرف اشارہ کیا جو میراث کے فلسفہ اور اسلام میں اس کے معیار و اصول سے متعلق پیش کیا تھا۔ اور اس وقت مجھے غایت درجہ کی مسرت ہوئی جب میں نے جناب ڈاکٹر ابوالیزید عجمی سے (جو قاہرہ یونیورسٹی کے دارالعلوم کالج میں فلسفہ کے استاذ ہیں) یہ سنا کہ اس مسئلہ میں دارالعلوم کے ایک استاذ نے بڑی اچھی فقہی تحقیق پیش کی ہے اس میں اعداد و شمار، نقشوں اور عملی مثالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ کہنا سرتا سر غلط ہے کہ اسلام نے میراث کے مسئلہ میں عورتوں پر ظلم کیا ہے اس بحث میں نقشوں کے ذریعہ وراثت کی مختلف صورتوں کا حصر اور احاطہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بعض صورتوں میں عورتیں مردوں کے برابر حصہ پاتی ہیں۔ اور بعض صورتوں میں عورتوں ہی کا پڑا بھاری رہتا ہے اور ترکہ میں ان کا حصہ مردوں کے مقابلہ میں بڑھ جاتا ہے اور بعض صورتوں میں صرف عورتیں ترکہ پاتی ہیں اور مرد محروم رہتے ہیں۔ اور بعض نادر اور قلیل صورتیں وہ بھی ہیں جن میں عورتیں مرد سے کم ترکہ پاتی ہیں۔

اسی دن سے میری تمنا تھی کہ اس فقہی تحقیق سے استفادہ کروں، بلکہ اسے مطبوعہ شکل میں پڑھوں، اور ہماری فکری اور ثقافتی زندگی میں اس تحقیق کی اشاعت اور اس کا چرچہ اور تذکرہ ہو، تاکہ ہم تمام مردوں اور عورتوں سے (خواہ وہ مسلمان ہوں یا سیکولرزم کے علم بردار) یہ کہہ سکیں کہ یہ ہے اسلام کی حقیقت...! اور ہم شکوک و شبہات، اور غلط پروپیگنڈوں کے بجائے علمی حقائق کو ان کے سامنے پیش کر سکیں۔

اللہ رب العزت کی مشیت سے میری یہ تمنا اس وقت پوری ہوئی جبکہ خود

صاحب تحقیق ڈاکٹر صلاح الدین سلطان نے اپنے اس قیمتی رسالہ کا ایک نسخہ مجھے بطور ہدیہ کے پیش فرمایا اور مجھے اس کی اجازت دی کہ میں ”التنوير الاسلامی“ کے نام سے مصر میں اسلامی کتابوں کی اشاعت کا جو سلسلہ جاری ہے اسے اس کے ادارہ سے شائع کر کے اس کے قارئین کی خدمت میں پیش کروں، تاکہ اس کا نفع عام ہو، لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ ہو اور علماء کرام پر احقاق حق اور تبلیغ دین کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس سے وہ سبکدوش ہو سکیں اور وہ یہ ہے کہ وہ حقائق اور دین فطرت کے احکام و نظریات لوگوں کے سامنے بیان فرمائیں اور ان پر پردہ نہ ڈالیں۔

شکر ہے اس مالک کا جس کے فضل و کرم سے نیک کام انجام پاتے ہیں.. اور جس نے ہمیں اس اہم خدمت کی توفیق بخشی، اگر اس نے ہمیں یہ راہ نہ دکھائی ہوتی تو ہم راہ یاب نہ ہوتے۔

ڈاکٹر محمد عمارہ

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا اور قدرت کا یہ فیصلہ ہے کہ حق اور باطل کے درمیان کش مکش ہمیشہ جاری رہے۔ چنانچہ جب سے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے اس روئے زمین پر قدم رکھا اس وقت سے لے کر آج تک یہ کش مکش جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گی۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ (البقرہ: ۳۶) (اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے)۔

نیز ارشاد باری ہے: ﴿وَلَوْلَا دَفَعُ اللّٰهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهَدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدٌ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (سورۃ الحج: ۴۰) (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک دوسرے سے زور گھٹواتا رہتا ہے تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو کہ اللہ کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے)۔ لیکن اہل حق سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ حق و باطل کی اس کش مکش میں ان کی نصرت و حمایت کرے گا اور انہیں فتح و غلبہ عطا کرے گا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ

الْأَشْهَادُ﴾ (سورة غافر: ۵۱) (بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں اور اس دن جب گواہ کھڑے ہوں گے)۔

باطل کے علم برداروں کی روش یہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اہل حق پر حملہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ثابت شدہ حقائق اور ان کے معتقدات و نظریات اور نظام معاشرت پر نقد و تعریض کے تیر برساتے ہیں لیکن ان کے اعتراضات کی حیثیت جھاگ جیسی ہے جسے قرار و دوام اور ثبات و استحکام حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ سورج کی حرارت سے خشک ہو کر اڑ جاتا ہے اور فضاؤں میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي

الْأَرْضِ﴾ (سورة رعد: ۱۷) (سو وہ جھاگ تو وہ جلتا رہتا ہے سوکھ کر اور جو لوگوں کے کام آتا ہے سو وہ زمین میں باقی رہتا ہے)۔

اسی سستے اور بے حقیقت جھاگ کے قبیل سے عورت کے استحصال کا موضوع

ہے جسے دشمنان اسلام نے ایک زرخیز اور سرسبز چراگاہ کے طور پر استعمال کیا ہے اور اسے اسلام پر طعن و تشنیع کا ذریعہ بنایا ہے۔ مخالفین کا خیال ہے کہ اسلامی قوانین میں عورتوں کے ساتھ ظلم روا رکھا گیا ہے۔ کیا یہ کھلی ہوئی زیادتی نہیں ہے کہ مرد کو عورت پر قوام بنا کر مسلط کیا جائے، مرد کو ایک سے زیادہ شادیوں کا حق دیا جائے اور عورت کو اس سے محروم رکھا جائے، عورت کو پردہ کا پابند بنا کر گھر کی چہار دیواری میں محبوس رکھا جائے، اسے ولایت عامہ اور حکومت کے اعلیٰ مناصب سے بالکل دور کر دیا جائے اور میراث میں اسے مرد کے مقابلہ میں آدھا حصہ دیا جائے؟

معاملہ اس حد تک پہنچا کہ اس مقصد کے لئے ایک معاہدہ ہوا کہ مرد وزن کے

درمیان فرق و امتیاز کی جتنی صورتیں ہیں ان سب کا خاتمہ کیا جائے۔ یہ معاہدہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی سرپرستی میں ۱۸ دسمبر ۱۹۷۹ء کو ہوا اور مارچ ۱۹۸۰ء میں اس پر دستخط کا دروازہ کھولا گیا اور ۳ مارچ ۱۹۸۱ء سے وہ نافذ العمل قرار پایا اور ترانوے (۹۳) ممالک نے اس پر دستخط کر کے اس کے تمام احکام و مشتملات پر عمل پیرا ہونے کا عہد کیا، جن میں اسلامی ممالک میں مصر، ترکی، تونس، یمن، انڈونیشیا، بنگلہ دیش اور عراق ہے۔ اس معاہدہ کی پہلی دفعہ یہ ہے:

”سیاسی، اقتصادی، ثقافتی اور تعلیمی میدانوں میں یا کسی بھی دوسرے میدان میں بنیادی حقوق اور آزادیوں میں مرد و عورت کے درمیان مساویانہ سلوک کرنا لازمی ہے۔“ (اور محض صنفی فرق کی بنیاد پر دونوں کے درمیان کوئی تفریق و امتیاز برتنا یا صنف نازک کا استحصال کرنا ممنوع ہے)۔

اور اس معاہدہ کی دفعہ نمبر ۲ میں ہے: تمام ممبر ممالک عورت کے خلاف فرق و امتیاز کی تمام صورتوں کی مذمت کرتے ہیں اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ اس مقصد کی خاطر تمام ممکنہ وسائل کا استعمال کریں گے اور مرد و زن کے درمیان تفریق کو مٹانے کی سیاست میں کوئی تاخیر نہیں کریں گے۔“

چنانچہ ستمبر ۱۹۹۴ء میں مصر کے اندر ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ تھا کہ عورت کو مرد کے ساتھ تمام چیزوں میں مساویانہ حق دیا جائے۔ اسی کے ساتھ شرکائے کانفرنس نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ عورتوں کے حقوق سے متعلق مستقل کانفرنس ۲۰ تا ۲۵ ستمبر ۱۹۹۵ء میں چین کے شہر ”پیکنگ“ میں منعقد کیا جائے۔ کانفرنس کے فیصلہ سے یہ نقطہ نظر واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے جو بعض احکام میں مرد و زن کے درمیان فرق کیا ہے اسے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ ہم اس کا بھی اعتراف کرتے چلیں کہ بعض مسلمانوں نے عورتوں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا ہے اسی نے مخالفین کے لئے اس کا موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اسلام کے خلاف حرف شکایت زبان پر لائیں اور اس پر بے جا حملے کریں، اور بعض مسلمانوں کی غلطیوں کو اسلام کی طرف منسوب کر کے حقائق کو مسخ کریں، واقعات پر پردہ ڈالیں اور انصاف کا خون کریں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کے غیور اور باشعور فرزندوں نے ایسی کتابوں کا ایک قیمتی مجموعہ تیار کر دیا ہے جو حقائق سے پردہ اٹھاتی ہیں اور دشمنان اسلام کے مکر و فریب، دجل و تلبیس، بے جا اعتراضات اور کھوکھلے دعوؤں کا قلع قمع کرتی ہیں اور مضبوط دلائل و براہین اور ناقابل تردید شواہد کی روشنی میں ان کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں، غلط فہمیوں اور پروپیگنڈوں کا ازالہ کرتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میراث میں عورتوں کا حق، ایسا موضوع ہے جس پر مجھے اب تک کوئی ایسی کتاب ہاتھ نہیں آئی جس میں متانت و سنجیدگی کے ساتھ اور ٹھوس علمی دلائل کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیا گیا ہو اور اس موضوع کا حق ادا کیا گیا ہو، اس لئے میں نے تقریباً اللہ، احقاق حق اور دین فطرت کی نصرف و حمایت کے جذبہ سے اور بروز قیامت اللہ رب العزت کے سامنے معذرت تلاش کرنے کے لئے اس اہم اور نازک کام کا بیڑا اٹھایا، اس لئے کہ یہ ایسا عظیم الشان کام ہے جو علمائے دین اور اسلامی شریعت کے متخصصین کے لئے فرض عین کا درجہ رکھتا ہے۔

اور چونکہ میراث میں عورت کے حق کا موضوع نفقہ میں اس کے حق سے مربوط ہے اس لئے میں نے اس بحث کا عنوان: ”اسلامی شریعت میں میراث اور نفقہ میں عورت کے حقوق کے درمیان توازن“ منتخب کیا ہے اور اس کو تین مباحث

میں تقسیم کیا ہے پہلی بحث کا عنوان ہے: ”اسلامی شریعت میں میراث میں عورت کا حق“ اس بحث میں میں نے بہت سی مثالیں پیش کی ہیں اور عورت کو اس مرد کے بالمقابل رکھا ہے جو درجہ قرابت اور قوت قرابت میں اس کے مساوی ہے۔ چنانچہ بحث و تحقیق اور استقراء کے نتیجہ میں درج ذیل حقائق کا انکشاف ہوتا ہے:

☆ یہاں صرف چار حالات ایسے ہیں جن میں عورت مرد کے مقابلہ میں آدھا حصہ پاتی ہے۔

☆ یہاں مذکورہ بالا حالات سے دو چند حالات ایسے ہیں جن میں عورت مرد کے بالکل مساوی حصہ پاتی ہے۔

☆ یہاں پردس یا اس سے زیادہ حالات ایسے ہیں جن میں عورت مرد سے زیادہ ترکہ پاتی ہے۔

☆ یہاں پر کچھ حالات ایسے ہیں جن میں عورت وارث ہوتی اور اس کے بالمقابل جو مرد ہے وہ محروم رہتا ہے۔

بہر حال دوسری بحث جس کا عنوان ہے: ”اسلامی شریعت میں عورت کا حق نفقہ“۔ اس بحث میں میں نے بیٹی، بیوی، ماں ہونے کی حیثیت سے عورت کے حالات کا جائزہ لیا ہے، اور ہر حالت سے متعلق مستقل طور پر بحث کی ہے اور قطعی دلائل کی روشنی میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ ہر صورت میں عورت کا نفقہ مرد پر واجب ہے، خواہ بیٹی کا نفقہ باپ کے ذمہ ہو یا بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ یا ماں کا نفقہ بیٹوں کے ذمہ۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ لڑکی کی خصوصیت یہ ہے کہ جب تک وہ غیر شادی شدہ یا بلا شوہر کے ہو اس کا نفقہ اس کے اولیاء پر واجب ہے جبکہ لڑکے کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ اس کا نفقہ بالغ ہونے تک ہی اولیاء پر واجب ہے۔ بالغ

لڑکا جو کمانے کی قدرت رکھتا ہو اولیاء پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم نے بیوی کے حق نفقہ سے بحث کی ہے، اور اس حقیقت کی وضاحت کی ہے کہ فقہ اسلامی میں عورت کا حد درجہ اعزاز و اکرام کیا گیا ہے۔ چنانچہ فقہاء کرام نے بیوی کی سکونت اور رہائشی مکان کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ شوہر اسے اپنے رشتہ داروں (جو بیوی کے دیور وغیرہ کے قبیل سے ہیں) اور اپنی دوسری بیوی کے لڑکوں سے فارغ رکھے۔ ہاں اگر خود بیوی اسے اس کی اجازت دے دے تو گنجائش نکل سکتی ہے۔ نیز مسکن کشادہ اور ضروری سامانوں سے آراستہ ہو، اچھے پڑوسیوں کے درمیان ہو، ایسی جگہ نہ ہو جس سے خوف و وحشت لاحق ہو۔ اور یہ سب چیزیں شوہر کی خوشحالی اور معاشی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے طے کی جائیں گی۔

اور کھانے کے سلسلے میں فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ بقدر کفایت ہو اور اس میں تنوع کو بھی ملحوظ رکھا جائے، اور کپڑوں کے سلسلے میں انہوں نے یہ لازم قرار دیا ہے کہ گرمی اور جاڑے، رات اور دن سب کے لئے الگ الگ کپڑے ہوں، گھریلو کپڑے الگ ہوں بیرونی کپڑے الگ ہوں، نماز کے لئے الگ کپڑے ہوں اور باہر نکلنے کے لئے الگ کپڑے ہوں۔ اسی طرح انہوں نے بیوی کے حقوق میں زیب و زینت اور صفائی ستھرائی اختیار کرنے کے ضروری سامانوں مثلاً صابون، بالوں کے لئے تیل، سرمہ دانی اور پسینہ اور میل کچیل دور کرنے والی چیزوں کو بھی شامل کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے بیوی کے اس حق پر بھی زور دیا ہے کہ اگر وہ ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے جن کے یہاں گھر کے لوگوں کے لئے خادما نہیں رہتی ہیں اور شوہر خوشحال ہو تو اس پر بیوی کے لئے خادمہ رکھنا بھی لازم ہوگا۔ بلکہ ہمیں تو تعجب ہوتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فقہاء نے زوجیت کے مکان میں صفائی ستھرائی کرنے والی

اور کپڑے صاف کرنے والی خادماؤں کے رکھنے کا بھی اہتمام کیا ہے یہ اس نگرانی اور دیکھ بھال کے علاوہ ہے جو حمل، وضع حمل اور دودھ پلانے کے زمانے میں اس کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے۔

فصل کے اخیر میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نفقہ اور حسن سلوک میں ماں کو باپ پر مقدم رکھنا واجب ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ چنانچہ انھوں نے ماں کے لئے باپ سے زیادہ مادی اور معنوی حقوق متعین کئے ہیں۔

اور آخری بحث کا عنوان ہے: ”اسلامی شریعت میں عورت کی میراث اور نفقہ کے درمیان موازنہ“۔ اس میں ہم نے بیٹی پھر ماں پھر بہن پھر بیوی کے نفقہ اور میراث کے درمیان جو تعلق ہے اس پر توجہ مرکوز کی ہے۔ اور یہ وہ حالات ہیں جن میں کبھی عورت مرد کے مقابلہ میں نصف ترکہ پاتی ہے، کچھ دوسرے حالات بھی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔ بہر حال شریعت کے مقررہ اصول میں سے ایک یہ ہے کہ عورت کی میراث اور نفقہ دونوں حقوق کے درمیان دقیق توازن قائم کیا گیا ہے، جس کی رو سے وہ مرد کے مساوی ہو جاتی ہے یا اس کا حصہ مرد سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس میں اس پہلو کی رعایت کی گئی ہے کہ وہ کمانے اور نفع حاصل کرنے کے میدان میں مرد کے شانہ بشانہ نہیں چل سکتی، لہذا اس کے صنفی ضعف و نزاکت کی رعایت ضروری ہے۔ اس تحقیق سے یہ نتیجہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حق میراث میں عورت مرد کے مساوی ہے اور اس صورت میں وہ مرد سے زیادہ حصہ پاتی ہے جبکہ اس کی کفالت کی ضمانت کم ہو جاتی ہے۔ اور مرد سے نصف حصہ صرف اس صورت میں پاتی ہے جب اس کی کفالت کی صورتیں دو چند ہو جاتی ہیں اور وہ اس پوزیشن میں آ جاتی ہے کہ اسے حاجت اور غربت و افلاس کا خطرہ نہیں رہتا۔ اور شاید کہ یہ اس صورت کے مشابہ ہے

جس میں لوگ انشورنس کمپنیوں میں انشورنس کی قسطیں جمع کرتے ہیں تاکہ متوقع خطرات کے پیش آجانے کی صورت میں انھیں وہ رقم حاصل ہو سکے جس سے وہ حوادث کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں، اور ایک دوسرے نقطہ نظر سے صورت حال مختلف ہے، اس لئے کہ موجودہ انشورنس کی بہت سی صورتیں سود اور دھوکہ وغیرہ سے خالی نہیں ہیں جن کی بنا پر یہ معاملہ حرام قرار پاتا ہے، اور کبھی وہ شرط کے مطابق تمام قسطیں جمع نہیں کر پاتا، اس کے علاوہ بھی کچھ عوامل ہیں جن کے پیش آجانے کی وجہ سے انشورنس میں نفع کے بجائے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جہاں تک عورت کے حق نفقہ کا مسئلہ ہے تو تمام احوال میں اسے یہ ضمانت حاصل رہتی ہے اور مسلمان مرد دیا نئے اس کا التزام کرتے ہیں۔ اور قاضی اور حکام و جوبی طور پر اس کا فیصلہ کرتے ہیں، اور عورت کا یہ حق ان ممتاز دیون میں سے ہے جنہیں دوسرے دیون پر مقدم کیا جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ تحقیق ایسے لوگوں کی مسرت اور اطمینان کا باعث بنے گی جو حقیقت کے متلاشی ہیں۔ اور ان لوگوں کو بھی اس سے فرحت اور طمانینت حاصل ہوگی جن کے ذہنوں میں تلپیس ابلیس اور غلط پروپیگنڈوں کے نتیجہ میں یہ بات سرایت کر گئی ہے کہ میراث کے مسئلہ میں اسلام نے عورتوں پر ظلم کیا ہے۔ اور ان حقائق کے سامنے آجانے کے بعد ان کھوکھلے نعروں کا سلسلہ بھی بند ہوگا جن میں علماء اسلام کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ وہ عورت کے حق میراث کے سلسلے میں خاص طور پر اجتہاد کریں تاکہ وہ ہر حال میں مرد کے برابر ہو جائے، اسی قبیل سے ڈاکٹر ابونصر کا وہ نقطہ نظر بھی ہے جسے انھوں نے اپنی کتاب ”نقد الخطاب الدینی“ میں پیش کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”لڑکیوں کی میراث کے مسئلہ میں بلکہ عام طور پر عورت کے دیگر

مسائل میں بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام نے اسے مرد کے مقابلے میں نصف حق عطا کیا ہے۔ اسلام سے قبل اسے پوری طرح غلام بنا کر رکھا گیا تھا اور اقتصادی میدان میں عورت ایسی مخلوق تھی جسے کوئی حق اور اہلیت حاصل نہیں تھی اور وہ مکمل طور پر مرد کے ماتحت تھی، بلکہ مرد کو اس پر پوری ملکیت حاصل تھی، خواہ وہ باپ ہو یا شوہر، جہاں تک وحی کا تعلق ہے تو اس کا نقطہ نظر پوری طرح واضح ہے۔ آج کے دور میں یہ بات قابل قبول نہیں ہو سکتی کہ اجتہاد انھیں حدود پر قائم رہے جن کی تحدید و تعیین وحی نے کی ہے (۱)۔

بہر حال وہ معاندین جن کا وطرہ یہ ہے کہ حقائق خواہ کتنے ہی بے غبار ہو کر سامنے آجائیں وہ ان کا اعتراف نہیں کر سکتے اور عدل و انصاف کی شاہ راہ پر قائم نہیں ہو سکتے اور وہ لوگ جن کے دل اسلام کے خلاف نفرت و حقارت اور حسد و عداوت کے جذبات سے معمور ہیں انھیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام کا چراغ گل نہیں کیا جاسکتا اور اس کی شعائیں اور عالم تاب کرنیں کبھی ماند نہیں پڑ سکتیں، وہ ایسا پانی نہیں ہے جو گدلا اور بد بودار ہو جائے بلکہ وہ ماء زلال و سببیل ہے جو پیاسوں کو سیراب کرتا ہے اور ان کے کلیجوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے، وہ مشک و عنبر ہے جس کی خوشبو مشام جاں کو معطر کرتی ہے۔ انشاء اللہ اس کا نور سد ا قائم رہے گا اور اس کی ضیاء بار کرنیں تاریکیوں کا پردہ چاک کر کے حق و باطل کو بے نقاب اور اہل باطل کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا ازالہ کرتی رہیں گی۔

ارشاد باری ہے:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمْ

(۱) نقد الخطاب الدینی: ڈاکٹر نصر ابوزید (۱۰۵، ۱۰۶) مطبوعہ دارینا للنشر ۱۹۹۲ء۔

الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴿ (سورة الانبياء: ۱۸) (بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ حق اس باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے سو وہ دفعتاً جاتا رہتا ہے، اور تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہو جو تم گھڑتے ہو)۔

اخیر میں میں یہ چاہتا ہوں کہ اس رسالہ میں جن حقائق کا انکشاف کیا گیا ہے ان کی بنیاد پر عورتیں مردوں کے ساتھ گستاخی اور زبان درازی نہ کریں، اس لئے کہ ازدواجی زندگی کی بنیاد اس پر نہیں ہے کہ دوسروں کو مقررہ حقوق کا پابند بنایا جائے، بلکہ اس کی اساس اس پر ہے کہ باہمی تعامل اور سلوک میں عدل سے زیادہ فضل کو اختیار کیا جائے اور فرائض کی ادائیگی پر اکتفا کرنے کے بجائے فیاضی اور احسان کا برتاؤ کیا جائے۔ اس لئے اگر کوئی فرد اپنے کسی حق یا اس کے کسی جز سے دست بردار ہو جائے یا اپنی ذمہ داری سے زیادہ خرچ کرنے تو اہل کے بعد اس پر احسان جتلا کر یا اسے اذیت پہنچا کر اپنے اعمال نامہ کو سیاہ اور اپنے اجر و ثواب کو باطل نہ کرے۔

اخیر میں اللہ رب العزت کی ذات سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس رسالہ کو میرے لئے کفارہ سیئات اور رفع درجات کا سبب بنائے بے شک وہ دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان

اسلامی شریعت میں

عورت کا حق میراث

پہلی بحث : وہ حالات جن میں عورت مرد کے حصہ کا نصف پاتی ہے۔

دوسری بحث : وہ حالات جن میں عورت مرد کے برابر تر کہ پاتی ہے

تیسری بحث : وہ حالات جن میں عورت مرد سے زیادہ تر کہ پاتی ہے۔

چوتھی بحث : وہ حالات جن میں عورت وارث ہوتی ہے مرد وارث نہیں ہوتا۔

تمہید

میراث میں مرد و عورت کے حقوق کے درمیان موازنہ کرتے وقت (محض موازنہ کے مقصد سے) عصبات (۱) کے درمیان وجہ ترجیح کے لئے ہم تین معیار اور اصول کا سہارا لیں گے جن میں پہلے نمبر پر جہت قرابت، دوسرے نمبر پر درجہ قرابت اور تیسرے نمبر پر قوت قرابت ہے۔ اور باوجودیکہ عصبات کے درمیان ترجیح کا مدار بنوت (بیٹا ہونے)، ابوت (باپ ہونے)، اخوت (بھائی ہونے) اور عمومیت (چچا ہونے) پر ہے، لیکن ہم یہاں صرف معنی کا سہارا لیں گے۔

جہت قرابت کی بنیاد پر ترجیح دیتے وقت موازنہ ماں باپ یا دادا اور دادی کے درمیان ہوگا، لہذا جہت قرابت ابوت ہوگی، اسی طرح موازنہ بیٹے اور بیٹی کے درمیان ہوگا اور جہت قرابت بنوت ہوگی، اسی طرح موازنہ بھائی اور بہن کے درمیان ہوگا اور جہت قرابت اخوت ہوگی یا شوہر اور بیوی کے درمیان موازنہ ہوگا اور جہت قرابت زوجیت ہوگی۔

اور جہت قرابت کی بنیاد پر ترجیح دیتے وقت ہم باپ اور دادی کے درمیان موازنہ نہیں کریں گے، اس لئے کہ دادی کا درجہ بعید اور باپ کا درجہ قریب ہے۔ بلکہ

(۱) فرائض کی اصطلاح میں عصبات دوسرے درجہ کے مستحقین میراث ہیں جن کے حصے قرآن میں مقرر نہیں ہیں، پہلے درجہ کے مستحقین میراث کو (جنہیں اصحاب فرائض کہا جاتا ہے اور جن کا حصہ قرآن نے متعین کر دیا ہے) ان کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ عصبات کا حق ہوتا ہے اور اگر اصحاب فرائض نہ ہوں تو پورا مال ان ہی کو ملتا ہے۔ (مترجم)

اس صورت میں موازنہ ماں باپ یا دادا دادی کے درمیان ہوگا اور بیٹے اور پوتی کے درمیان ہم موازنہ نہیں کریں گے، اس لئے کہ بیٹا زیادہ قریب ہے، بلکہ موازنہ بیٹا اور بیٹی یا پوتا اور پوتی کے درمیان کریں گے۔

اور قوت قرابت کی بنیاد پر ترجیح دیتے وقت ہم سگے بھائی اور علاتی بہن کے درمیان موازنہ نہیں کریں گے، بلکہ سگے بھائی اور سگی بہن کے درمیان یا علاتی بھائی اور علاتی بہن کے درمیان کریں گے۔

کبھی اس معیار سے نکلنے کی ضرورت پڑے گی جبکہ یہ نکلنا اس موضوع اور مقصد کے لئے مفید ہو، یعنی عورت کی قرابت دور کی ہوگی اس کے باوجود اس کو اس مرد کے برابر یا اس سے بھی زیادہ حصہ ملے گا جو میت سے زیادہ قریب ہے۔

اس مقابلہ و موازنہ میں ایسے حالات بھی آئیں گے جس میں ایک مسئلہ میں مرد و عورت مثلاً ماں کے ساتھ باپ اور بیٹی کے ساتھ بیٹا پائے جائیں گے، اور کبھی ہم ان دونوں میں سے ایک کو حذف کر دیں گے اور اس کی جگہ اس کو رکھ دیں گے جو اس کے بالمقابل ہے۔ اور کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں ایک ساتھ طرفین کا پایا جانا ممکن نہیں ہے مثلاً شوہر کا بیوی کے ساتھ پایا جانا، کیوں کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کا وارث بننے کے لئے کسی ایک کا وفات پانا ضروری ہے۔

وہ حالات جن میں عورت مرد سے آدھا حصہ پاتی ہے

جن صورتوں میں عورت کو مرد کا آدھا حصہ ملتا ہے ان کی تحقیق و تفتیش کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ درج ذیل تین صورتوں میں منحصر ہیں:

اول: بیٹی کا بیٹا کے ساتھ پایا جانا:

اور یہ اس لئے کہ ارشاد باری ہے:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ (سورة

النساء: ۱۱) (اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں (وہ یہ کہ) لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے)۔

اس بنیاد پر اگر باپ یا ماں مر جائے اور ان کے وارثین میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوں تو ترکہ ان دونوں کے درمیان تین حصوں میں تقسیم ہوگا (یعنی دو حصہ بیٹا پائے گا اور ایک حصہ بیٹی)۔

ترکہ کی تقسیم تین حصوں میں

بیٹا	بیٹی
۲	۱

یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ پوتے اپنے درجہ کی پوتیوں یعنی اپنی سگی بہنوں کے ساتھ وارث بن رہے ہوں، ان کے نیچے کے سلسلوں میں یعنی اگر پر پوتا پر پوتی کے ساتھ وارث ہو تو یہی حکم ہوگا اور قرآن کے اصول کی رو سے مذکر کو مونث

کے مقابلہ میں دو گنا حصہ ملے گا (۱)۔

دوم: جبکہ باپ، ماں کے ساتھ ہو اور کوئی اولاد اور شوہر یا بیوی نہ ہو۔

اور یہ اس لئے کہ ارشاد باری ہے:

﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ (اور اگر اس میت کی کچھ اولاد نہ ہو اور (صرف) اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے)۔

اس صورت میں ماں کا حصہ ایک تہائی ہے اور باقی دو تہائی باپ کو ملیں گے۔ اس لئے کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أَلْحَقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأُولَى رَجُلٍ ذَكَرَ“ (۲)

(۱) ایک حالت ایسی پائی جاتی ہے جس میں وہ مذکر لڑکا جو درجہ کے لحاظ سے نیچے ہے وہ اس لڑکی کو عصبہ بنا دے گا جو درجہ کے لحاظ سے اس سے اوپر ہے، اس لئے کہ لڑکی اس کے بغیر وارث نہ ہوگی اور اس مسئلہ کی صورت درج ذیل ہے:

دو بیٹیاں	ایک پوتی	ایک پر پوتا
دو تہائی	باقی عصبہ ہونے کی بنیاد پر مذکر کے لئے دو مونث کے برابر حصہ	

یہ اس لئے کہ دو بیٹیاں دو تہائی لے لیں گی جو بیٹیوں کا حصہ ہے اس کے بعد پوتی صرف اس صورت میں حصہ پائے گی جب کہ اس کے مقابل کوئی عصبہ پایا جائے یا درجہ میں اس سے نیچے کوئی عصبہ ہو جو اسے عصبہ بنا دے۔

(۲) بخاری کتاب الفرائض، باب میراث الولد من أبیہ وأُمہ حدیث نمبر (۶۷۳۲)، مسلم کتاب الفرائض، باب أَلْحَقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، ترمذی، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی میراث العصبۃ حدیث نمبر (۲۱۷۹)، اور ابن ماجہ نے دوسرے الفاظ کے ساتھ اس کی روایت کی ہے جو درج ذیل ہیں: اقسام المال بین اہل الفرائض علی کتاب اللہ، فما ترکت الفرائض فلأولی رجل ذکر (کتاب الفرائض) باب میراث العصبۃ حدیث نمبر (۲۷۴۰)۔

(اصحاب فرائض کو ان کے حصے دے دو، اس کے بعد جو باقی رہ جائے تو وہ اس مرد کے لئے ہے جو میت سے زیادہ قریب ہو)۔

لہذا اگر کوئی شخص مر جائے اور اپنے والدین کو چھوڑ جائے تو ماں کو ایک تہائی ملے گا اور باپ کو باقی دو تہائی عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملے گا۔

ماں	باپ
ایک تہائی	عصبہ ہونے کی وجہ سے ۲/۳ تہائی

اس طرح باپ کو ماں کے مقابلے میں دو گنا ملا (۱)۔

سوم: یہ ہے کہ حقیقی بہن یا علاتی بہن، حقیقی بھائی یا علاتی بھائی کے ساتھ پائی جائے۔

اور یہ اس لئے کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيْنَ﴾

(سورۃ النساء: ۱۷۶) (اور اگر وارث چند بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے)۔

اس بنا پر اگر کوئی شخص مر جائے اور وہ ایک حقیقی بہن اور ایک حقیقی بھائی چھوڑ جائے تو بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔

حقیقی بھائی	حقیقی بہن	یا	علاتی بھائی	علاتی بہن
۲	۱		۲	۱

(۱) اور اگر ہم اس کا اعتبار کریں کہ دادا اور دادی میں جہت ایک ہی ہے تو اگر کسی مسئلہ میں دادا اور دادی دونوں ہوں تو دادی چھٹا حصہ پائے گی اور باقی عصبہ ہونے کی بنیاد پر دادا کو ملے گا۔ اور اس کی تفصیل آگے آئے گی کہ یہ صورت بہت نادر ہے اور اکثر صورت میں دادی وارث ہوتی ہے۔ اور اس کے مقابلے کے دادا وارث نہیں ہوتے، غالباً اس فصل کی آخری بحث میں یہ آئے گا۔

مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملا۔

چہارم: دو عورتوں کے حصے کے برابر ایک مرد کے

حصہ پانے کی حالتیں:

اور یہ اس لئے کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مِمَّا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ

لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ

الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ

مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲) (اور تم کو آدھا

ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں، اگر ان کی کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان کی

کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد

جس کی وہ وصیت کر جائیں یا دین کے بعد۔ اور بیویوں کو چوتھائی حصہ ملے گا اس

ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ اگر تمہاری کچھ اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری کچھ اولاد ہو تو ان

کو تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ تم جس کی وصیت

کر جاؤ یا دین کے بعد)۔

اس بنا پر اگر زوجین میں سے کوئی ایک مر جائے اور دوسرے کو چھوڑ جائے

تو میراث کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

بیوی	شوہر	
چوتھائی	آدھا	اولاد نہ ہونے کی صورت میں
آٹھواں	چوتھائی	اولاد ہونے کی صورت میں
ایک حصہ	دو حصے	ملنے کا تناسب

دوسری بحث:

وہ حالات جن میں عورت مرد کے برابر حصہ پاتی ہے

مسائل میراث کا جائزہ لینے اور تتبع اور جستجو کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ صورتوں میں عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتا ہے، جن میں سے چند صورتیں درج ذیل ہیں:

اول: وہ صورت جس میں ماں، باپ کے ساتھ وارث ہو اور میت کا ایک لڑکا یا دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں اور کبھی صرف ایک لڑکی ہو۔

(الف)

بیٹا	ماں	باپ
عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی دو تہائی کا مستحق ہوگا۔	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ

(ب)

دو بیٹیاں	ماں	باپ
دو تہائی	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ + باقی مال عصبہ ہونے کی وجہ سے (۱)
۴	۱	۱

(۱) لیکن یہاں پر اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد کچھ نہیں بچا اس لئے باپ کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے کچھ نہیں ملا۔

(ج)

بلکہ یہاں ایسی صورت بھی ہے جس میں باپ اور ماں کو برابر حصہ

ملتا ہے جبکہ میت کی ایک بیٹی ہو، جس کی صورت یہ ہے:

شوہر	باپ	ماں	بیٹی
چوتھائی	چھٹا حصہ + باقی ترکہ عصبہ ہونے کی بنیاد پر	چھٹا حصہ	نصف
۳	۲	۲	۶

اس مسئلہ میں
عول ہے

(د)

یہاں پر ایسے حالات بھی ہیں جن میں نانی کو باپ کے برابر حصہ ملتا ہے،

حالاں کہ باپ کے مقابلہ میں میت سے اس کا رشتہ دور کا ہے مثلاً^(۱):

(۱)

باپ	نانی	بیٹا
چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	باقی مال عصبہ ہونے کی وجہ سے
۱	۱	۴

(ب)

باپ	نانی	دو بیٹیاں
چھٹا حصہ + باقی ترکہ عصبہ ہونے کی وجہ سے	چھٹا حصہ	دو تہائی
۱	۱	۴

(۱) یہ صورت تو درجہ قرابت میں مرد و عورت کے درمیان مساوات کے معیار سے خارج ہے، اس لئے کہ باپ کے مقابلہ میں ماں آتی ہے نانی باپ کے مد مقابل نہیں) اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت کا کتنا اکرام کیا، باوجودیکہ اس صورت میں وہ رشتہ میں میت سے مرد کے مقابلہ میں دور ہے پھر بھی مرد کے برابر حصہ پارہی ہے۔

دوم: اخیانی بھائیوں کا حصہ میراث میں ہمیشہ اخیانی بہنوں کے برابر ہوگا:

ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ﴾ (۱)۔

(اور اگر کوئی میت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں اور نہ فروع ہوں اور اس کا

ایک بھائی یا ایک بہن (اخیانی) ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ان کی تعداد اس سے زیادہ ہو تو وہ سب تہائی میں (برابر کے) شریک ہوں گے)۔

قرآن کریم کے اس نص سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بھائی بہن

ماں شریک (اخیانی) ہوں تو مرد و عورت دونوں کا حصہ برابر ہوگا۔

اس آیت کی رو سے بھائیوں کی میراث درج ذیل ہوگی:

(الف)

شوہر	ماں	اخیانی بہن
نصف	ایک تہائی	چھٹا حصہ
۳	۲	۱

شوہر	ماں	اخیانی بھائی
نصف	ایک تہائی	چھٹا حصہ
۳	۲	۱

(۱) سورۃ النساء، ۱۲، علامہ قرطبی فرماتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں بھائیوں سے مراد اخیانی بھائی ہیں اور سعد بن ابی وقاصؓ اس کو اس طرح پڑھتے تھے: ”ولہ أخ أو أخت من أمہ“ (اور اس کے اخیانی بھائی یا بہن ہوں) اور اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حقیقی بھائیوں کو میراث اس طرح نہیں ملے گی۔ دیکھئے: الجامع لأحكام القرآن (۵/۷۸)۔

(ب)

شوہر	ماں	اخیا فی بھائی	اخیا فی بہن
نصف	چھٹا حصہ	ایک تہائی میں دونوں برابر کے شریک	
۳	۱	۱	۱

سوم: مشترک مسئلہ: (۱)

لہذا اگر کوئی عورت مر جائے اور شوہر، ماں، دو اخیا فی بہنوں اور ایک حقیقی بھائی کو چھوڑ جائے تو شوہر کو پورے ترکہ کا نصف، ماں کو چھٹا حصہ اور دونوں اخیا فی بہنوں میں سے ہر ایک کو بھی چھٹا چھٹا حصہ ملے گا (جو پورے ترکہ کا ایک تہائی ہے)

(۱) یہ علم میراث کے مشہور مسائل میں سے ہے جس میں میت کے وارثین میں شوہر، ماں، چند اخیا فی بھائی اور ایک یا ایک سے زیادہ حقیقی بھائی ہوں تو شوہر کو پورے ترکہ کا نصف، ماں کو چھٹا حصہ اور تمام اخیا فی بھائیوں کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور حقیقی بھائی کو عصبہ ہونے کی بنیاد پر باقی ماندہ مال ملتا، مگر یہاں پر کچھ باقی نہیں بچا اس لئے اس کو کچھ نہیں ملے گا اور اس کی بنیاد یہ حدیث ہے: اصحاب فرائض کو ان کا حصہ دے دو اس کے بعد جو بیچ جائے تو وہ اس مرد کے لئے ہے جو میت سے زیادہ قریب ہو، سیدنا حضرت عمر، حضرت زید، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن عباس اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے، لیکن سیدنا عمر فاروق نے اس فیصلے سے اس وقت رجوع کر لیا جبکہ کچھ حقیقی بھائیوں نے آکر ان سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ہمارا اور ہمارے وفات یافتہ بھائی کا باپ ایک ہے اور ہمارے اخیا فی بھائیوں کا باپ ایک نہیں ہے اور ہماری اور ہمارے اخیا فی بھائیوں کی ماں ایک ہے۔ تو اگر آپ ہمیں ہمارے باپ کی وجہ سے محروم قرار دے رہے ہیں تو کم از کم ہماری ماں کی وجہ سے ہمیں مرحوم بھائی کا وارث بنائے جیسا کہ آپ نے ہمارے اخیا فی بھائیوں کو ان کی ماں کے رشتے کی وجہ سے وارث بنایا ہے، اور یہ فرض کر لیجئے کہ ہمارا باپ گدھا تھا تو کیا ہم سب ایک ماں کے رحم سے نہیں نکلے ہیں؟ تو اس وقت حضرت عمر نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا، چنانچہ اس کے بعد آپ نے انہیں باقی ماندہ ایک تہائی ترکہ میں ان کے اخیا فی بھائیوں کے ساتھ شریک کیا اور حضرت زید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اس فیصلے میں حضرت عمر کی تائید کی، لیکن سیدنا حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے پہلے ہی فیصلہ پر قائم رہے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور سگے بھائی کو کچھ نہیں ملے گا

شوہر	ماں	دواخیانی بہنیں	حقیقی بھائی
نصف	چھٹا حصہ	ایک تہائی	باقی عصبہ ہونے کی وجہ سے ملتا اور یہاں کچھ بھی باقی نہیں ہے
۳	۱	۲	صفر

یہاں پر دواخیانی بہنوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملا اس لئے کہ وہ دونوں ایک تہائی میں برابر کی شریک ہیں، اور حقیقی بھائی کے لئے کچھ بھی نہیں بچا، لیکن سیدنا عمر فاروق، سیدنا زید اور سیدنا عثمان بن عفان کے فیصلے کی رو سے اب اس صورت میں ترکہ کی تقسیم درج ذیل طریقے پر ہوگی :-

شوہر	ماں	دواخیانی بہنیں	ایک حقیقی بھائی
نصف	چھٹا حصہ	یہ سب ایک تہائی میں برابر کے شریک ہوں گے۔	

لہذا ایک تہائی ترکہ کو ان تینوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کیا جائے گا ان تینوں (دواخیانی بہنوں اور ایک حقیقی بھائی) میں سے ہر ایک کے لئے تین حصوں سے ایک ایک حصہ ہوگا، اس لئے کہ حقیقی بھائی اس صورت میں اخیانی بھائی کی حیثیت سے وارث ہوا ہے۔

(بقیہ) دیکھئے: بدایۃ المجتہد ونہایۃ المتقصد لابن رشد، (۲/۳۴۵) المغنی (۹/۲۴-۲۶) لابن قدامہ المقدسی، تحقیق ڈاکٹر عبدالفتاح الحلو، ڈاکٹر عبداللہ ترکی، سیدنا عمر فاروق کے اس دوسرے فیصلہ کی ترجیح کے دوسرے اسباب معلوم کرنے کے لئے دیکھئے: محاضرات فی المیراث والوصیۃ لصلاح الدین سلطان مطبوعہ ۱۹۹۲ء، طبع الرسالہ ص ۱۰۳، ۱۰۵۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ حقیقی بھائی جو درجہ کے لحاظ سے میت سے سب سے زیادہ قریب ہے اس کو اخیانی بہن کے برابر حصہ مل رہا ہے حالانکہ اخیانی بہن درجہ کے لحاظ سے (حقیقی بھائی کے مقابلہ میں) میت سے دور ہے۔

چہارم: مرد و عورت اگر تنہا ہوں تو ترکہ میں ان کو برابر حصہ ملنا:
 اگر کوئی شخص مر جائے اور ایک مرد یا ایک عورت چھوڑے تو آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ جو باقی رہا ہے وہ پورا ترکہ لے لے گا خواہ یہ صورت ہو کہ مرد عصبہ ہونے کی حیثیت سے اس کو لے یا عورت پہلے اصحاب فرائض میں سے ہونے کی حیثیت سے اپنا حصہ لے اور باقی ماندہ ترکہ بطور رد کے اس کو مل جائے، اس کی مثالیں درج ذیل نقشہ میں ملاحظہ کی جائیں:

وارث مرد	ترکہ میں اس کا حصہ	وارث عورت	ترکہ میں اس کا حصہ
(ا) باپ	عصبہ ہونے کی بنا پر پورے ترکہ کا وارث ہوگا	ماں	ایک تہائی + باقی دو تہائی ترکہ بطور رد اسے ملے گا
(ب) بیٹا	عصبہ ہونے کی بنا پر پورے ترکہ کا وارث ہوگا	بیٹی	نصف + باقی نصف ترکہ بطور رد اسے ملے گا
(ج) بھائی	عصبہ ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گا	بہن	نصف + باقی نصف ترکہ بطور رد اسے ملے گا

(د)	شوہر	نصف اور باقی بطور رد اسے ملے گا	بیوی	ایک چوتھائی باقی بطور رد اسے ملے گا
(ه)	ماموں	ذوی الارحام میں سے ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گا	خالہ	ذوی الارحام میں سے ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گی
(و)	چچا	عصبہ ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گا	پھوپھی	ذوی الارحام میں سے ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گی

یہ چند صورتیں محض مثال کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔ اس میں ان تمام صورتوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے جن میں مرد و عورت کا حصہ ترکہ میں برابر ہوتا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان صورتوں میں عورت کو مرد کے برابر حصہ اس لئے ملا ہے کہ اس کے مقابلہ میں مرد نہیں ہے۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں نص وارد ہے کہ اصحاب فرائض عورتوں کے لئے اپنے حصوں سے زیادہ حصہ لینا جائز نہیں ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ ہم اصل رد کے مسئلہ میں (عورت اور مرد کے درمیان کسی تفریق کے بغیر) فقہاء کے درمیان اختلاف پاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ، امام مالک اور امام شافعی اصحاب فرائض پر رد کے قائل نہیں ہیں، جبکہ اکثر صحابہ اور فقہاء اسے جائز قرار دیتے ہیں (۱)۔ مصری قانون دفعہ نمبر ۱۴ قانون میراث نمبر ۷۷۷ء ۱۹۳۳ء میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

(۱) دیکھئے: کتاب الام للشافعی ۲/۷۶، ۷۷، ۸۰، ۸۱، المغنی لابن قدامہ: ۹/۳۸-۵۱۔

انہیں حالات کے ساتھ وہ صورت بھی لاحق ہے جب کہ مسئلہ میں زوجین کے علاوہ پردہ ہو۔ جس کی مثال درج ذیل ہے (۱)۔

(۱)

بیٹی	بیوی
نصف + باقی بطور رد اس کو ملا	آٹھواں حصہ

بیٹا	شوہر
عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی ترکہ	چوتھائی

(ب)

بہن	بیوی
نصف + باقی بطور رد اس کو ملا	چوتھائی

بھائی	بیوی
عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی ترکہ	چوتھائی

یہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹا اور بیٹی اور بھائی اور بہن کا ترکہ میں حصہ برابر

ہے۔

بہر حال فقہاء کرام میں سے کسی نے بھی دوسرے وارث کی موجودگی میں شوہر پر رد کو اس لئے جائز قرار نہیں دیا ہے کہ وہ مرد ہے اور بیوی کو رد سے اس لئے

(۱) مسری قانون وضع کرنے والوں نے اس صورت کو اختیار کیا ہے کہ زوجین کے علاوہ پردہ اس صورت میں ہوگا جبکہ زوجین میں سے کسی ایک کے ساتھ وارثین میں سے کوئی ہو، یہ سیدنا عمر، علی، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذہب ہے۔ لیکن میں اس مسئلہ میں زوجین پر بھی رد کرنے کو ترجیح دیتا ہوں جو سیدنا عثمان بن عفان کا مذہب ہے۔ وارثین کے درمیان کسی تفریق کے بغیر، اس لئے کہ زوجین عول کی صورت میں خسارہ برداشت کرتے ہیں، اس لئے رد کی صورت میں فائدہ کے وقت بھی ان کا حصہ ہونا چاہئے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں رشتہ زوجیت کی وجہ سے وارث ہوتے ہیں اور دونوں میں سے کسی ایک کی وفات کے بعد بھی قرآن نے انہیں زوجین کہا ہے۔ اس کی تفصیل صلاح سلطان کی کتاب: ”محاضرات فی المیراث والوصیۃ ۱۴۱-۱۴۳ میں ملاحظہ کیجئے۔“

محروم قرار نہیں دیا ہے کہ وہ بیوی اور عورت ہے۔

پنجم: دوسرے حالات:

(الف) حقیقی بہن کا حقیقی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پانا:

(الف)

حقیقی بہن	شوہر
نصف	نصف
۱	۱

حقیقی بھائی	شوہر
عصبہ ہونے کی بنیاد پر باقی ترکہ	نصف
۱	۱

(ب)

حقیقی بہن	شوہر	بیٹی
بیٹی کے ساتھ عصبہ ہونے کی بنیاد پر باقی ترکہ	چوتھائی	نصف
۱	۱	۲

حقیقی بھائی	شوہر	بیٹی
عصبہ ہونے کی بنیاد پر باقی ترکہ	چوتھائی	نصف
۱	۱	۲

(ب) اخیانی بہن کا حقیقی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پانا:

ما قبل میں ہم نے اس صورت کا تذکرہ کیا ہے جس میں اخیانی بہن اخیانی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پاتی ہے اور مشترک مسئلہ میں اخیانی بہنیں حقیقی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پاتی ہیں اور یہاں پر اخیانی بہن جو قرابت کے لحاظ سے دور ہے حقیقی

بھائی کے ساتھ جو قرابت کے لحاظ سے (میت سے) قریب ہے برابر حصہ پاتی ہے۔

اس کی مثال درج ذیل ہے:

شوہر	ماں	اخیا فی بہن	حقیقی بھائی
نصف	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	عصبہ ہونے کی بنا پر باقی چھٹا حصہ
۳	۱	۱	۱

(ج) متعدد عورتوں کا مردوں کے ساتھ ترکہ پانے میں مساوی ہونا

ان لوگوں کے ساتھ جو کبھی محبوب نہیں ہوتے:

یہاں حجب کی دو قسمیں ہیں: ایک حجب حرمان اور یہ وہ لوگ ہیں جو نتیجہ کے اعتبار سے ترکہ سے اس لئے محروم ہوتے ہیں کہ انھیں محبوب کرنے والا وارث موجود ہوتا ہے مثلاً بھائی جو باپ کی وجہ سے بالکل محبوب ہو جاتا ہے اور دوسری قسم حجب نقصان کی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا حصہ دوسرے کے وارث موجود ہونے کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر میت کے فروع میں سے کوئی وارث ہو تو ماں کا حصہ ثلث (تہائی) سے گھٹ کر سدس (چھٹا حصہ) ہو جائے گا۔

یہاں پر چھ وارثین وہ ہیں جو کسی بھی حال میں بالکل محروم نہیں ہوتے، یعنی ان کے ساتھ حجب حرمان کی صورت نہیں ہو سکتی، وہ درج ذیل ہیں:

شوہر	بیوی
بیٹا	بیٹی
باپ	ماں

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ ان میں سے تین مرد ہیں اور انھیں کے مثل تین عورتیں ہیں جو بالکل محروم نہیں ہوتے۔

(د) ذوی الارحام (۱) کی میراث کے مسئلہ میں تین مذاہب ہیں:

۱- اہل رحم کا مذہب جو تمام ذوی الارحام کو برابر قرار دیتے ہیں خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث اور خواہ میت سے ان کا درجہ قریب ہو یا دور۔ لہذا اگر کوئی شخص مر جائے اور درج ذیل وارثین کو چھوڑ جائے تو ترکہ چار حصوں میں تقسیم ہوگا اور ہر وارث کو ایک ایک حصہ ملے گا:

نواسی	نواسا	باموں	خالہ
۱	۱	۱	۱

۲- اہل تنزیل کا مذہب جو ذوی الارحام کو ان کے اصول کے قائم مقام قرار دیتے ہیں، لہذا اگر کسی میت کی نواسی اور بھانجا ہوں تو انھیں ان کے اصول کے قائم مقام قرار دئے کر ترکہ دیا جائے گا جس کی صورت درج ذیل ہے:

(۱) قانون نمبر ۷۷۷ء کی دفعہ نمبر ۳۱ میں آیا ہے کہ: اگر عصبہ نسبی میں سے کوئی نہ ہو اور نہ نسبی اصحاب فرائض میں سے کوئی ہو تو ترکہ یا اس کا باقی ماندہ حصہ ذوی الارحام کو ملے گا، یہ اچھی ترجیح ہے۔ اس کے برخلاف سیدنا حضرت زید، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور امام مالک، امام اوزاعی، امام ابو ثور، امام شافعی، داؤد اور ابن جریر طبری کی رائے یہ ہے کہ اصحاب فرائض اور عصبہ کے بعد جو ترکہ باقی بچے گا وہ بیت المال کا ہوگا۔ اس مسئلہ میں ان حضرات کے برخلاف حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو عبیدہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم، قاضی شریح، عمر بن عبد العزیز، طاؤس، علقمہ، مسروق، اہل کوفہ، امام احمد اور امام ابو حنیفہ کی رائے ہے۔ دیکھئے: علامہ شوکانی کی ”نیل الاوطار: ۶/۶۳، ۶۴، مصری قانون وضع کرنے والوں نے اسی آخری مذہب کو اختیار کیا ہے۔“

نواسی	بھانجا
لڑکی	بہن
نصف	عصبہ مع الغیر ہونے کی بنا پر باقی ترکہ

۳- اہل قرابت کا مذہب، جس میں میت سے زیادہ قریب ذوی الارحام کا اعتبار کیا جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص مر جائے اور نواسا اور پھوپھی زاد بھائی کو چھوڑ جائے تو پورا ترکہ نواسا کو ملے گا اور پھوپھی زاد بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

فقہ اسلامی میں یہ تین آراء پیش کی گئی ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اہل رحم کا مذہب مرد و عورت دونوں کے اکٹھا ہونے کی صورت میں دونوں کو مساوی قرار دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا ہے (۱)۔

(۱) مصری قانون میں قانون کی دفعہ ۳۱ میں اہل قرابت کے مذہب کو اختیار کیا گیا ہے، پہلے مذہب کو اختیار نہیں کیا گیا ہے، لیکن اس سے پہلے مذہب کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔

وہ حالات جن میں عورت مرد سے زیادہ حصہ پاتی ہے

اسلامی شریعت میں میراث کا نظام دو بنیادی طریقوں پر قائم ہے جو درج

ذیل ہیں:

۱- فرض کی بنیاد پر میراث کا استحقاق جو قرآن کریم اور سنت نبوی میں مذکور

ہے (۱)۔

یعنی اصحاب فرائض اپنا وہ حصہ لے لیں جسے نص قرآنی نے متعین کر دیا ہے
یعنی دو تہائی یا ایک تہائی یا چھٹا حصہ یا نصف یا چوتھائی یا آٹھواں حصہ۔

۲- عصبہ ہونے کی بنیاد پر میراث کا استحقاق، یعنی اصحاب فرائض کو ان کا

حصہ دینے کے بعد جو بچے وہ عصبہ کو ملے گا۔ تو عصبہ وارث ہوتے ہیں لیکن ان کا حصہ
متعین نہیں ہے۔ اور وہ عصبہ بنفسہ ہیں مثلاً بیٹا اور پوتا نیچے تک اور باپ اور دادا اوپر
تک، اور حقیقی بھائی، علاتی بھائی اور ان دونوں کی اولاد، اور حقیقی چچا اور ان کی اولاد
نیچے تک اور دوسرے عصبہ بغیرہ ہیں یعنی بھائی کے ساتھ بہن اور بیٹے کے ساتھ بیٹی
اور پوتے کے ساتھ پوتی کا وارث ہونا اگرچہ یہ سلسلہ نیچے تک جائے اور تیسرے
عصبہ مع غیرہ ہیں یعنی حقیقی بہن یا علاتی بہن کا، بیٹی یا پوتی کے ساتھ وارث ہونا۔

اسلام کا نظام میراث اسی اصول پر قائم ہے کہ پہلے اصحاب فرائض کے لئے

(۱) تمام حصے قرآن کریم میں وارد ہیں، اس میں صرف دادی کی میراث کا استثناء ہے جس کا
تذکرہ سنت نبوی میں آیا ہے۔

جو حصے مقرر ہیں وہ اسے لے لیں، پھر عصبہ حضرات، اصحاب فرائض کے لینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ لیتے ہیں اور تنہا ہونے کی صورت میں انھیں پورا ترکہ مل جاتا ہے۔ اور تنزیح اور استقراء سے ثابت ہے کہ اصحاب فرائض میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے اور وہ فرض کی بنیاد پر زیادہ وارث ہوتی ہیں۔ اور بہت سے حالات میں فرض کی بنیاد پر انھیں جو حصہ ملتا ہے وہ عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملنے والے حصے کے مقابلہ میں زیادہ ہے اور یہ بات پہلے درج ذیل نقشے سے سمجھ میں آئے گی پھر اس کے بعد غور و فکر کرنے سے۔

قرآن و حدیث میں بیان کئے جانے والے حصے اور

ان کے مستحقین

۱- دو تہائی:

- ۱- دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں
۲- دو یا دو سے زیادہ پوتیاں
۳- دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں
۴- دو یا دو سے زیادہ علاقائی بہنیں

۲- نصف

- ۱- ایک بیٹی
۲- ایک پوتی
۳- ایک حقیقی بہن
۴- ایک علاقائی بہن
۵- شوہر

۳- ایک تہائی

- ۱- ماں
۲- اخیانی بہن
۳- اخیانی بھائی

۴- چھٹا حصہ

- ۱- ماں
۲- دادی
۳- پوتی
۴- علاقائی بہن
۵- اخیانی بہن
۶- اخیانی بھائی
۷- باپ
۸- دادا

۵- چوتھائی

۲- بیوی

۱- شوہر

۶- آٹھواں حصہ

۱- بیوی

تمام اصحاب فرائض کے مندرجہ بالا حصہ پانے کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ اس نقشے میں انھیں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اس تقسیم سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

۱- قرآن کریم میں سب سے بڑا حصہ دو تہائی ہے اور یہ حصہ مردوں میں سے

کسی کو نہیں ملتا بلکہ یہ صرف عورتوں کے لئے خاص ہے۔

۲- شوہر کے علاوہ مردوں میں سے کوئی بھی نصف ترکہ نہیں پاتا اور شوہر بھی

نصف ترکہ کا مستحق اس وقت ہوتا ہے جبکہ میت کے فروع میں کوئی وارث نہ ہو اور یہ

صورت نادر الوقوع ہے۔ اور عورتوں میں سے چار کو نصف ملتا ہے۔

۳- تہائی کی مستحق دو عورتیں ہوتی ہیں، ان میں سے ایک ماں ہے جبکہ میت

کے فروع میں کوئی وارث نہ ہو یا دو یا دو سے زیادہ بھائی موجود نہ ہوں، اور دوسری

اخیا فی بہنیں ہیں۔ اخیا فی بہنیں اس صورت میں تہائی ترکہ پاتی ہیں جبکہ میت کے

اصول و فروع میں سے کوئی وارث نہ ہوں اور ان کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو۔ انہیں

شرائط کے ساتھ اخیا فی بھائی بھی تہائی ترکہ پاتے ہیں یا پھر اس صورت میں جبکہ ایک

اخیا فی بھائی ایک اخیا فی بہن کے ساتھ ہو تو دونوں کو برابر برابر حصہ ملتا ہے جس کی

طرف پہلے اشارہ کیا گیا۔

۴- چھٹے حصہ کے مستحق آٹھ افراد ہوتے ہیں: جن میں سے پانچ عورتیں ہیں اور تین مرد۔

۵- چوتھائی حصہ شوہر پاتا ہے جبکہ بیوی کے فروع میں سے کوئی وارث موجود ہو، اور چوتھائی حصہ بیوی پاتی ہے جب کہ شوہر کے فروع میں سے کوئی وارث نہ ہو۔

۶- آٹھواں حصہ بیوی لیتی ہے جبکہ شوہر کے فروع میں سے کوئی وارث موجود ہو، اور یہ بات واضح ہوگئی کہ ترکہ میں عورت کے لئے متعین مقدار کی صراحت اس کے لئے مفید ہے۔ چنانچہ وہ مردوں کی میراث کی حالتوں سے زیادہ حالات میں اصحاب فرائض ہونے کی بنیاد پر وارث ہوتی ہے (۶/۱۷)۔

عورتیں سترہ حالتوں میں اصحاب فرائض کی حیثیت سے میراث پاتی ہیں، جب کہ مرد صرف چھ حالتوں میں اصحاب فرائض ہونے کی بنیاد پر میراث پاتے ہیں۔ یہ تحدید و تعیین یقینی طور پر عورت کے لئے مفید ہے جس کی بنا پر وہ مرد سے زیادہ میراث پاتی ہے۔ ذیل میں جو تقابلی نقشہ پیش کیا جا رہا ہے اس سے اس کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے:

اول: دو تہائی حصہ عورت کے لئے کبھی مرد کے عصبہ ہونے سے زیادہ مفید ہے:

(الف) اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کا ترکہ ساٹھ ایکڑ زمین ہو اور درج

ذیل ورثہ ہوں (۱):

(۱) پہلے مسئلہ میں عول ہے یعنی حصے مسئلہ کے عدد سے بڑھ گئے ہیں، لہذا ترکہ کو عول کے عدد ۱۵ پر تقسیم کیا جائے گا، یعنی ۱۶۰ ایکڑ زمین کو ۱۵ سے تقسیم کریں گے۔ اور ایک حصہ پر ۱۲ ایکڑ زمین آئے گی جسے اس طرح لکھ سکتے ہیں $160 \div 15 = 10$ سے ہر ایک وارث کے حصوں میں ضرب دیں گے تاکہ تمام ورثاء نقصان برداشت کریں، جبکہ دوسرے مسئلہ میں ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا $160 \div 12 = 13$ ایکڑ۔ اس لئے کہ کل حصے مسئلہ کے عدد کے مساوی ہیں۔

دو بیٹیاں	ماں	باپ	شوہر
دوتہائی	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ + باقی عصبہ ہونے کی وجہ سے	چوتھائی
۸	۲	+۲	۳
۳۲	۸	۸	۱۲

دو بیٹے	ماں	باپ	شوہر
باقی ترکہ عصبہ ہونے کی بنا پر	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	چوتھائی
۵	۲	۲	۳
۲۵	۱۰	۱۰	۱۵

ہر بیٹی کے لئے سولہ ایکڑ ہر بیٹے کے لئے ساڑھے بارہ ایکڑ

اس تقابل اور موازنہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دو بیٹیوں کے لئے دوتہائی حصے کی تعیین نے انھیں بعض مسائل میں اس کا موقع فراہم کیا کہ ہر بیٹی اپنے مد مقابل بیٹے سے زیادہ ترکہ لے جبکہ دو بیٹیوں کی جگہ پر دو بیٹے ہوں۔

اور اگر ہم دو بیٹیوں کی جگہ دو پوتیوں کو اور دو بیٹوں کی جگہ دو پوتوں کو رکھ دیں تو بھی مسئلہ بعینہ یہی رہے گا۔ اس لئے کہ وہ اولاد ہونے کی بنیاد پر وارث ہوں گے اگرچہ وہ درجہ کے لحاظ سے دور ہیں۔

(ب) اگر کوئی عورت مر جائے اور ترکہ ۴۸، ایکڑ ہو اور ورثاء درج ذیل ہوں:

ماں	دو حقیقی بہنیں	شوہر
چھٹا حصہ	دوتہائی	نصف
۱	۴	۳
۶	۲۴	۱۸

اس میں عول ہے $۴۸ \div ۸ = ۶$

دو حقیقی بھائی	ماں	شوہر
عصبہ	چھٹا حصہ	نصف
۲	۱	۳
۱۶	۸	۲۴

$$۲۸ \div ۶ = ۸$$

ہر بہن کے لئے ۱۲ ایکڑ ہر بھائی کے لئے ۸ ایکڑ
 واضح رہے کہ دو تہائی حصے کی تعیین سے دونوں بہنوں کو فائدہ پہنچا، ان میں
 سے ہر ایک کو ۱۲ ایکڑ زمین ملی ان دونوں بھائیوں کے مقابلے میں جو عصبہ ہونے کی
 بنیاد پر وارث ہوئے۔ ان دونوں کا حصہ سولہ (۱۶) ایکڑ ہوا۔ یعنی ان میں سے ہر
 ایک کو آٹھ (۸) ایکڑ زمین ملی

اگر دو حقیقی بہنوں اور دو حقیقی بھائیوں کے بجائے دو علاقائی بہنیں دو علاقائی
 بھائیوں کے ساتھ ہوں تو بھی مسئلہ یہی رہے گا۔

دوم: عورت کے لئے نصف حصہ کبھی کبھی مرد کے عصبہ ہونے
 سے زیادہ مفید ہے:

اس کی وضاحت درج ذیل مثال سے ہوگی:

(الف) اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کا ترکہ (۱۵۶/۱ ایکڑ) ہو اور اس کے

ورثاء میں سے درج ذیل لوگ باقی ہوں:

شوہر	باپ	ماں	بیٹی
چوتھائی	چھٹا حصہ + باقی بطور عصبہ	چھٹا حصہ	نصف
۳	۲	۲	۶
۳۶	۲۴	۲۴	۷۲

اس میں عول ہے

$$۱۵۶ \div ۱۳ = ۱۲$$

شوہر	باپ	ماں	بیٹا
چوتھائی	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	عصبہ
۳	۲	۲	۵
۳۹	۲۶	۲۶	۶۵

$$۱۵۶ \div ۱۲ = ۱۳$$

اس صورت میں بیٹی کو اصحاب فرائض میں ہونے کی بنا پر (۱۲/۱۷ ایکڑ) ملے اور اس کے حق کی وجہ سے شوہر، باپ اور ماں کا حصہ کم ہو گیا، اس لئے کہ اس مسئلہ میں عول ہوا ہے۔ اور بیٹا جو عصبہ ہونے کی بنیاد پر وارث ہوتا ہے اس کے حصہ میں (۱۷/۱۷ ایکڑ زمین) آئی۔ اس لئے کہ اصحاب فرائض کو ان کا حصہ دینے کے بعد یہی باقی بچا۔ اور یہ بیٹی کے حصہ سے کم ہے۔

اور اگر بیٹی کے بجائے پوتی اور بیٹے کے بجائے پوتا ہو تو بھی مسئلہ جوں کا توں رہے گا، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(ب) کوئی عورت مر جائے، تر کہ ۸/۱۷ ایکڑ زمین ہو اور ورثاء درج ذیل ہوں:

شوہر	ماں	حقیقی بہن
نصف	تہائی	نصف
۳	۲	۳
۱۸	۱۲	۱۸

اس میں عول ہے

$$۲۸ \div ۸ = ۶$$

شوہر	ماں	دو بیٹے
نصف	تہائی	باقی تر کہ عصبہ ہونے کی بنا پر
۳	۲	۱
۲۴	۱۶	۸

$$۲۸ \div ۶ = ۸$$

یہاں بہت زیادہ فرق ہے۔ اس لئے کہ حقیقی بہن کو اپنے مد مقابل حقیقی بھائی کے مقابلہ میں زیادہ حصہ ملا۔ حقیقی بھائی کا حصہ (۱۸ ایکڑ زمین) ہے جبکہ حقیقی بہن کا حصہ (۱۱۸ ایکڑ زمین) ہو رہا ہے۔

سوم: تہائی حصہ جو عورت پاتی ہے وہ کبھی کبھی مرد کے اس حصہ سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے:

اس کی وضاحت درج ذیل نقشہ سے ہوتی ہے:

دو حقیقی بھائی	دو اخیانی بہنیں	ماں	بیوی	
باقی ترکہ بطور عصبہ کے	تہائی	چھٹا حصہ	چوتھائی	ترکہ ۲۸
۳	۴	۲	۳	$۲۸ \div ۱۲ = ۲$
۱۲	۱۶	۸	۱۲	

اس مسئلہ میں دونوں اخیانی بہنوں میں سے ہر ایک کو (۱۸ ایکڑ) مل رہا ہے۔ حالاں کہ میت سے ان کی قرابت دور کی ہے جبکہ دونوں حقیقی بھائیوں کو (۱۱۲ ایکڑ) اور ہر ایک کو (۱۶ ایکڑ) مل رہا ہے جو دونوں بہنوں کے حصہ سے کم ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اصحاب فرائض میں ہونے کی بنیاد پر عورت جو حصہ پاتی ہے کبھی کبھی اس کی مقدار مرد کے اس حصے سے بڑھ جاتی ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے۔

(ب) ایک مسئلہ ایسا بھی ہے جس سے اس بات کی زیادہ وضاحت ہوتی ہے کہ تہائی حصہ جو عورت کو ملتا ہے وہ کبھی مرد کے اس حصہ سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے۔

مثلاً:

شوہر	دو اخیانی بہن	دو حقیقی بھائی	ترکہ
نصف	تہائی	باقی ترکہ بطور عصبہ	ترکہ ۱۲۰/۱ یکڑ
۳	۲	۱	$۱۲۰ \div ۶ = ۲۰$
۱۶۰ یکڑ	۱۴۰ یکڑ	۱۲۰ یکڑ	

اس مسئلہ میں ہر اخیانی بہن کو حقیقی بھائی کے حصے کا دو گنا مل رہا ہے حالانکہ حقیقی بھائی میت سے رشتے میں زیادہ قریب ہے۔

(ج) ایک مسئلہ ایسا ہے جس میں اختلاف مشہور ہے اور امت کے فقہاء کے درمیان اس کے بارے میں بڑی بحثیں ہیں اور وہ ماں کے حصہ کا مسئلہ ہے جبکہ اس کے ساتھ باپ اور شوہر ہو، تو اگر شوہر کو نصف اور ماں کو ایک تہائی دیا جائے تو باپ کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے باقی ماندہ چھٹا حصہ ملے گا جو ماں کے حصے کا نصف ہے۔ اس سلسلے میں سیدنا عمر فاروق اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ شوہر کو نصف ترکہ دینے کے بعد ماں کو باقی ماندہ ترکہ کا تہائی حصہ دیا جائے گا تاکہ باپ کو ماں سے زیادہ حصہ ملے، لیکن حضرت ابن عباسؓ ظاہر نصوص پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے نقطہ نظر کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے یہ کہتے رہے کہ اگر میت کے فروع میں کوئی وارث نہ ہو یا دو سے زیادہ بھائی نہ ہوں تو ماں کا حصہ ایک تہائی ہے خواہ اس کا حصہ باپ کے حصہ سے بڑھ جائے، چنانچہ وہ سیدنا زیدؓ سے فرماتے ہیں: ”کیا تم باقی ماندہ ترکہ کے تہائی کا ذکر قرآن کریم میں پاتے ہو یا اپنی رائے سے کہتے ہو؟“ تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ میں اپنی رائے سے کہتا ہوں۔ میں ماں کو باپ پر فوقیت نہیں دے سکتا۔

اس اختلاف کے اثر کو واضح کرنے کے لئے جو اب تک فقہ کی تمام کتابوں میں

موجود ہے ہم ذیل میں ایک نقشہ پیش کر رہے ہیں جس سے دونوں اقوال میں موازنہ کیا جاسکتا ہے:

شوہر	ماں	باپ
نصف	تہائی	باقی ترکہ بطور عصبہ
۳	۲	۱

حضرت ابن عباس کا مذہب

شوہر	ماں	باپ
نصف	تہائی (زوجین کا حصہ دینے کے بعد باقی کا ثلث)	باقی ترکہ بطور عصبہ
۳	۱	۲

حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ کا مذہب

عام قواعد کی رو سے اگرچہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ رضی اللہ عنہما کا مذہب راجح ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کی رائے ایک فقہی رائے ہے جس کی ظاہر نص سے تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کسی بھی اسلامی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ میراث کے احکام میں دونوں میں سے جس رائے کو چاہے اختیار کرے۔

چہارم: چھٹا حصہ جو از روئے فرض عورت کو ملتا ہے وہ کبھی کبھی مرد کے اس حصہ سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے:

اس کی وضاحت چند مسائل میں ہوتی ہے جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(الف)

شوہر	ماں	اخیاں بہن	دو حقیقی بھائی
نصف	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	باقی ماندہ ترکہ بطور عصبہ
۳	۱	۱	۱
۱۳۰ ایکڑ	۱۱۰ ایکڑ	۱۱۰ ایکڑ	۱۱۰ ایکڑ
			$۶۰ \div ۶ = ۱۰$

اس مسئلہ میں اخیاں بہن کو جو صرف چھٹا حصہ ملا ہے وہ ہر سگے بھائی کے حصہ سے دو گنا ہے۔ اور اگر سگے بھائیوں کی تعداد بڑھ جائے تو اخیاں بہن کا حصہ پورا علیٰ حالہ برقرار رہے گا، جبکہ حقیقی بھائیوں کے عصبہ ہونے کی بنیاد پر باقی ماندہ چھٹا حصہ ہی ان سب پر تقسیم ہوگا۔ اور بھائیوں کی تعداد میں اضافہ کے اعتبار سے حصے میں کمی آتی چلی جائے گی۔

(ب) ترکہ ۶۴۸

$$۶۴۸ \div ۲۷ = ۲۴$$

بیوی	باپ	ماں	بیٹی	پوتی
آٹھواں حصہ	چھٹا حصہ + باقی ترکہ بطور عصبہ	چھٹا حصہ	نصف	چھٹا حصہ
۳	۴	۴	۱۲	۴
۷۲	۹۶	۹۶	۲۸۸	۹۶

بیوی	باپ	ماں	بیٹی	پوتا
آٹھواں حصہ	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	نصف	باقی ترکہ بطور عصبہ
۳	۴	۴	۱۲	۱
۸۱	۱۰۸	۱۰۸	۳۲۴	۲۷
				$۶۴۸ \div ۲۷ = ۲۷$

اس صورت میں پوتی نے مسئلہ کے چار حصے لئے اس لئے کہ اس کا حصہ چھٹا ہے، لیکن پوتے کو صرف ایک حصہ ملا، اس لئے کہ وہ عصبہ کی حیثیت سے وارث بن رہا ہے لہذا وہ باقی ماندہ حصہ ہی لے گا۔ اور اس کے لئے باقی ماندہ صرف ایک حصہ ہے پس اگر ترکہ ۶۳۸ (۱) ایکڑ زمین ہو تو پوتی (۱۹۶ ایکڑ) لے گی اور پوتا صرف ۲۷ ایکڑ لے گا۔ ان دونوں حصوں میں بہت بڑا فرق ہے جو مخفی نہیں ہے۔

(ج)

بعض نادر حالات میں ماں کو اصحاب فرائض میں ہونے کی بنیاد پر جو چھٹا حصہ ملتا ہے وہ باپ کے اس حصے سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے۔ ان میں سے ایک صورت درج ذیل ہے:

جبکہ ترکہ (۶۰) ایکڑ زمین ہو۔ اس تقابل کو ملاحظہ فرمائیے:

داوی	نانی	ماں
ماں کی وجہ سے محبوب	ماں کی وجہ سے محبوب	چھٹا حصہ بطور فرض کے + باقی بطور رد کے ۱/۶۰ ایکڑ
صفر	صفر	
داوی	نانی	باپ
باپ کی وجہ سے محبوب	چھٹا حصہ	عصبہ
صفر	۱ ۱/۱۰ ایکڑ	۵ ۱/۵۰ ایکڑ

(۱) پہلے مسئلہ میں عول ہے۔ لہذا ترکہ عول کے ۲۷ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ $۶۳۸ \div ۲۷ = ۲۳$ لیکن دوسرے مسئلہ میں عول نہیں ہے، اس لئے کہ عصبہ موجود ہے۔ لہذا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا $۶۳۸ \div ۲۳ = ۲۷$ ۔

اس مسئلہ میں ماں کو اصحاب فرائض میں ہونے کی وجہ سے پہلے چھٹا حصہ ملا اور باقی ترکہ بطور رد کے ملا۔ اور یہ اس لئے کہ اسے دادیوں اور نانیوں کو محبوب بنانے میں باپ سے زیادہ فوقیت حاصل ہے، اس لئے کہ ماں تمام دادیوں اور نانیوں کو محبوب کر دیتی ہے جبکہ باپ صرف دادی کو محبوب کرتا ہے جو اس کی جہت سے میت تک پہنچتی ہے اور وہ باپ کی ماں ہے اور وہ نانی کو محبوب نہیں کرتا ہے۔ اس کے کچھ اسباب ہیں جن کا ذکر ہم اس بحث کے اخیر میں کریں گے۔

بہر حال اس مسئلہ میں نتیجہ یہ ہوا کہ ماں پورے ترکہ (۱۶۰ ایکڑ) کی وارث ہوگئی، جبکہ باپ (۱۵۰ ایکڑ) سے زیادہ کا وارث نہ ہو سکا، اس لئے کہ نانی نے (۱۰ ایکڑ زمین) لے لی۔

چوتھی بحث:

وہ حالات جن میں عورت وارث بنتی ہے، اور اس کے

مقابل مرد وارث نہیں بنتا

یہاں کچھ ایسی صورتیں بھی ہیں جن میں عورت تو وارث ہوتی ہے لیکن اس کے مقابلے کا مرد وارث نہیں ہوتا، جن میں سے کچھ صورتیں حسب ذیل ہیں:

(الف) جبکہ ترکہ ۱۹۵/۱ ایکڑ ہو اور مسئلہ میں درج ذیل وارثین ہوں:

شوہر	باپ	ماں	بیٹی	پوتی
چوتھائی	چھٹا حصہ + باقی ترکہ بطور عصبہ	چھٹا حصہ	نصف	چھٹا حصہ
۳	۲۰	۲	۶	۲
۳۹	۲۶	۲۶	۷۸	۲۶
شوہر	باپ	ماں	بیٹی	پوتا
چوتھائی	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	نصف	باقی بطور عصبہ
۳	۲	۲	۶	
۲۵	۳۰	۳۰	۹۰	صفر

اس صورت میں پوتی کو چھٹے حصے کی رو سے (۱۲۶ ایکڑ) ملے جب کہ پوتے کو کچھ بھی نہیں ملا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت میں پوتے کے لئے وصیت کرنا واجب ہے تو یہ جمہور کی رائے نہیں ہے (۱)۔

رہا یہ مسئلہ کہ مصری قانون وضع کرنے والوں نے وصیت کے قانون نمبر ۷۱

۱۹۴۶ء میں وجوب وصیت والے قول پر عمل کرنے کو اختیار کیا ہے تو اس سلسلے میں ذہن میں یہ بات رہے کہ علماء امت اور علم میراث کے اسکالروں کی طرف سے اس پر نقد و مناقشہ ہوتا رہا ہے (۲)۔

بہر حال یہاں ہم ایک دوسری حالت ذکر کر رہے ہیں جو مصری قانون ساز کی تحدید کے مطابق کسی حال میں بھی وصیت واجبہ کے تحت داخل نہیں ہے۔ اور وہ درج ذیل ہے:

(ب) اگر ترکہ ۱۸۴ ایکڑ ہو اور مسئلہ میں درج ذیل وارثین ہوں:

علاقہ بہن (۳)	حقیقی بہن	شوہر
چھٹا حصہ ۱ ۱۱۲ ایکڑ	نصف ۳ ۱۳۶ ایکڑ	نصف ۳ ۱۳۶ ایکڑ
علاقہ بھائی	حقیقی بہن	شوہر
باقی ترکہ بطور عصبہ کے صفر صفر	نصف ۱ ۱۴۲ ایکڑ	نصف ۱ ۱۴۲ ایکڑ

اس صورت میں علاقہ بہن کو فرض سدس کی رو سے (۱۱۲ ایکڑ) ملے اور اس کے مد مقابل یعنی علاقہ بھائی کو کچھ نہیں ملا۔ اور اس کے لئے وصیت بھی واجب نہیں

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم (۱۵۷/۵)

(۲) دیکھئے: احکام المواریث (ص ۳۶۸) مولفہ: د. مصطفیٰ شلمی۔ اور دیکھئے: اس مسئلہ پر ہمارا مناقشہ جو محاضرات فی المیراث والوصیۃ: صلاح الدین سلطان (ص ۲۱۱-۲۱۵) میں مذکور ہے۔

(۳) اس مسئلہ میں عول ہے۔ لہذا حصہ $12 = 184 \div 16$ ہوگا۔

ہے اس لئے کہ وہ میت کی اولاد کے فروغ میں سے نہیں ہے۔

(ج) دادی کی میراث: دادی بسا اوقات وارث ہوتی ہے اور اجداد میں سے جو اس کے مد مقابل ہو وہ وارث نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت آنے والے نقشے سے ہوگی اور مناسب یہ ہے کہ ہم دادا اور دادی کی میراث کا قاعدہ ذکر کر دیں:

۱- جد صحیح یعنی وارث وہ دادا ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت کرنے میں ماں داخل نہ ہو، مثلاً باپ کا باپ اور باپ کے باپ کا باپ اوپر تک لیکن ماں کا باپ یا ماں کی ماں کا باپ جد فاسد یا جد غیر وارث ہے۔ جیسا کہ فقہاء کا اس لفظ میں اختلاف ہے۔

۲- جدہ صحیحہ وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت کرنے میں جد غیر صحیح داخل نہ ہو۔ یا وہ ہر وہ دادی ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت کرنے میں دو ماں کے درمیان باپ داخل نہ ہو۔ اور اس بنیاد پر ماں کے باپ کی ماں جدہ فاسدہ ہوگی۔ لیکن ماں کی ماں اور باپ کی ماں کی ماں جدات صحیحہ ہیں اور وہ وارث ہوتی ہیں۔

اس اصول کی بنیاد پر وارث ہونے والے دادا صرف سالم اور شا کر ہوں گے اور وارث نہ ہونے والے دادا جمال، ہانی، خالد اور سمیر ہوں گے۔

جبکہ آنے والے نقشہ میں مذکورہ تمام دادیاں وارث ہوتی ہیں اس میں صرف خالدہ کا استثناء ہے، اس لئے کہ وہ جدہ غیر صحیحہ یا جدہ غیر وارثہ ہے کیوں کہ میت کی طرف ان کی نسبت جد غیر صحیح کے واسطے سے ہوتی ہے۔

اس کے بعد ہم دو ایسے مسائل پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی عورت وارث ہوتی ہے۔ اور اس کے ہم مثل جو مرد ہے وہ وارث نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً

نانا	نانی	نانی کا باپ	نانی کی ماں
ترکہ سے محروم	چھٹا حصہ بطور	ترکہ سے محروم ہے	چھٹا حصہ + باقی
ہے اس لئے کہ وہ	فرض کے + باقی	اس لئے کہ وہ جد فاسد	ترکہ بطور رد کے
جد غیر وارث ہے	ترکہ بطور رد ملے گا	(غیر وارث) ہے	ملے گا

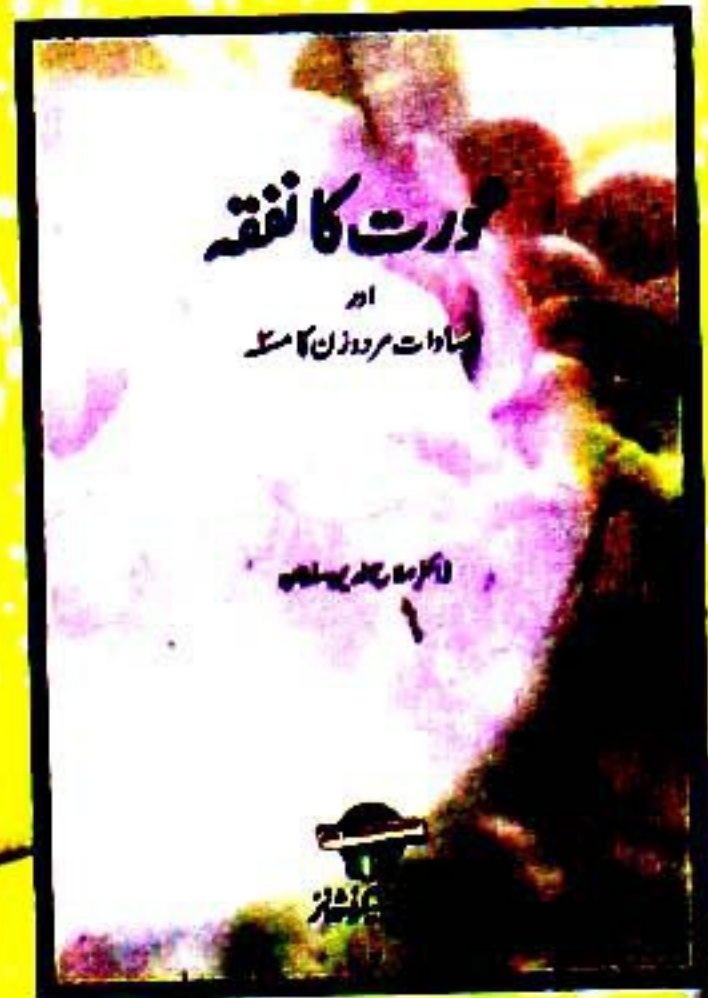
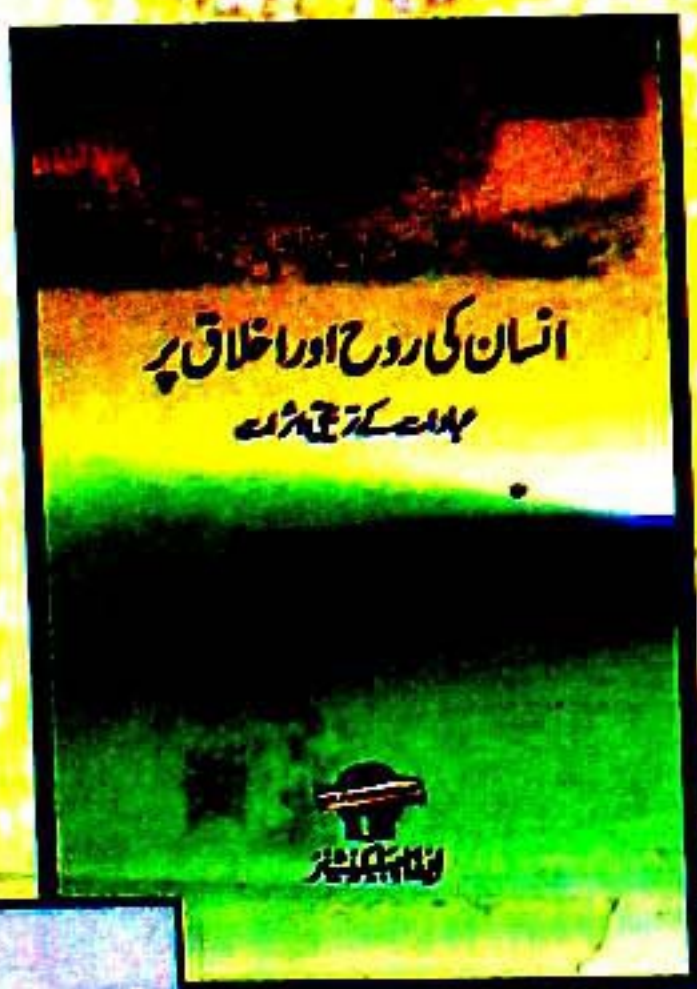
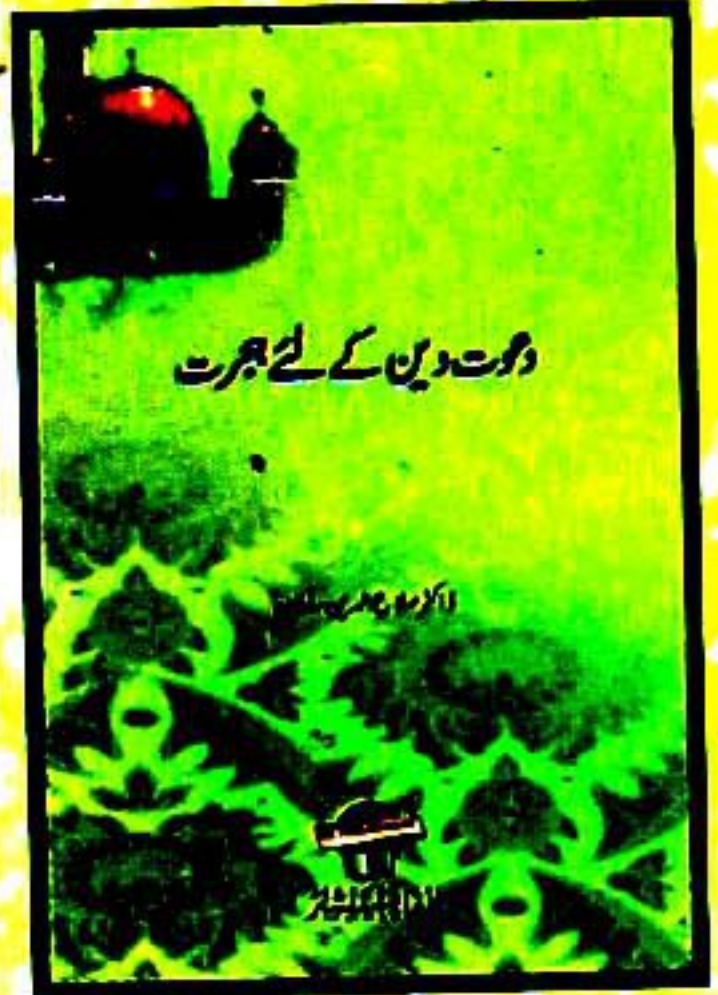
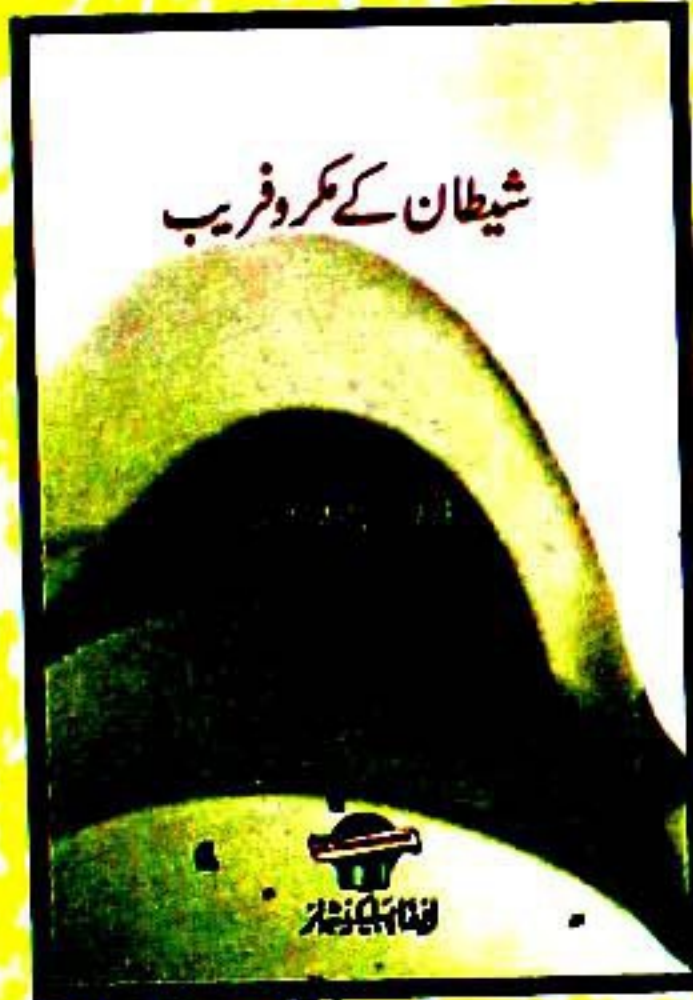
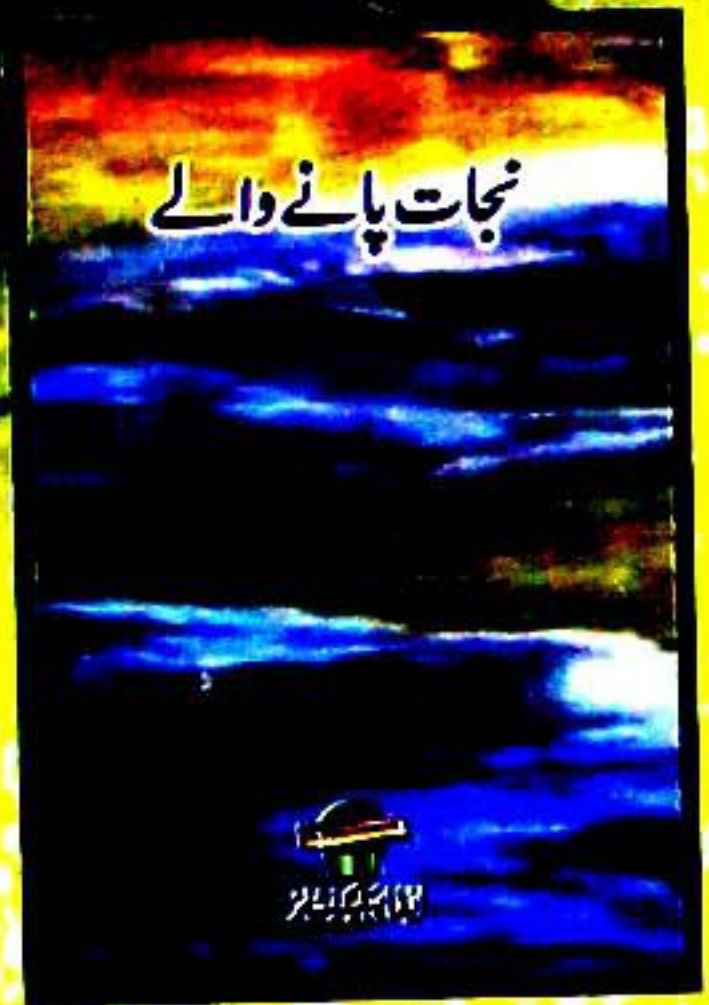
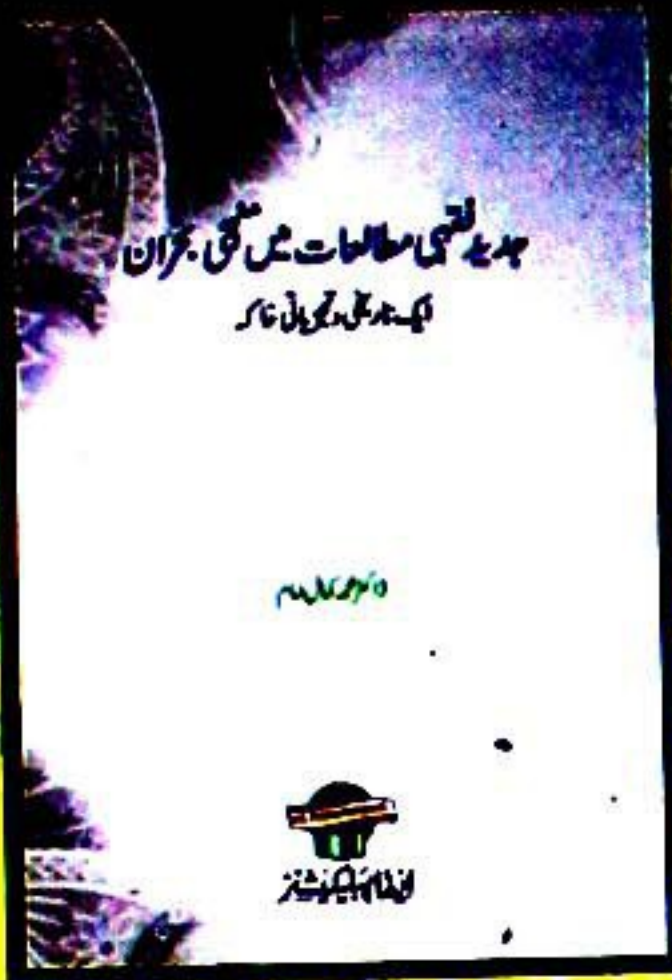
مذکورہ بالا شکلوں میں نانا ذوی الارحام میں سے ہیں۔ انھیں نہ بطور فرض کے حصہ ملے گا نہ ان پر رد ہوگا لیکن وہ نانی جو اس کے مقابلے میں ہے، بلکہ وہ کبھی اس کی بیوی بھی ہوگی وہ اکیلی پورے ترکہ کی وارث ہوگی اور نانا کو خود کچھ نہیں ملے گا الا یہ کہ درج ذیل آیت پر عمل کرتے ہوئے اسے کچھ یونہی دے دیا جائے:

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ (اور جب (وارثوں میں) ترکہ کے تقسیم ہونے کے وقت (دور کے) رشتہ دار اور یتیم اور مسکین لوگ موجود ہوں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو اور ان کے ساتھ خوبی سے بات کرو)۔

اس استقراء اور تتبع کے بعد جس میں تمیں سے زیادہ حالتیں ایسی ذکر کی گئیں جن میں عورت مرد کی طرح یا اس سے زیادہ ترکہ پاتی ہے یا وہ وارث ہوتی ہے اور اس کے بالمقابل جو مرد ہے وہ وارث نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلہ میں چار متعینہ حالتیں ایسی ہیں جن میں عورت مرد سے آدھا حصہ پاتی ہے، لیکن اس کے کچھ الگ اسباب ہیں جو احکام شریعت کے دوسرے مصالح سے ہم آہنگ ہیں۔ اسلامی شریعت کے جملہ احکام نہایت حکیمانہ، منصفانہ اور عادلانہ ہیں۔ اس کے تمام اجزاء باہم مربوط ہیں اور ان میں کامل درجے کا توافق اور توازن ہے اس کا کوئی حکم

اس اصول سے خارج نہیں ہے اس میں انسانیت کے تمام افراد و اصناف کی پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ کسی کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی اور کسی کی کوئی حق تلفی نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے کہ اس کا سرچشمہ خود اللہ رب العزت کی ذات ہے جو حکیم و عادل اور علیم و خبیر ہے۔





7580



www.ifa.com
www.ifa.org
www.ifa.net
www.ifa.edu
www.ifa.gov
www.ifa.mil
www.ifa.int
www.ifa.un.org
www.ifa.un.edu
www.ifa.un.gov
www.ifa.un.mil
www.ifa.un.int